عزاداری میں جدید رسومات
بدعت یا سنت؟
یاحسین
المحقق آیۃ اللہ الشیخ محمد السند
مترجم: سید پیر شاہ عرفان حیدر نقوی

المحقق آیۃ اللہ الشیخ محمد السند

مترجم: سید پیر شاہ عرفان نقوی

مشخصات کتاب

کتاب کا نام	عزاداری میں جدید رسومات بدعت یا سنت؟
تالیف	آیۃ اللہ المحقق شیخ محمد سند دام ظلہ
اردو ترجمہ	مولانا سید پیر شاہ عرفان نقوی
تصحیح	مولانا الفت حسین جویا (مشہد مقدس)
زیر نگرانی	علامہ سید ارشاد حسین نقوی
کمپوزنگ	سید عرفان نقوی
تعداد	۱۰۰۰
اشاعت اول	2015ء

ناشر:

ادارہ نشر و اشاعت معارفِ الهیه

خیرپور میرس سندھ

تعارف :

نام: محمد سَنَد

تاریخ ولادت: ۱۳۸۲ ہجری قمری

مقام ولادت: منامہ جو کہ بحرین کا دار الحکومت ہے۔

والد محترم تاجر ہیں شیخ سند کے بچپن میں ہی نبوغ اور استعداد کو دیکھتے ہوئے والد صاحب نے ابتدائی تعلیم جلد ہی شروع کروادی، اسکول جانے سے پہلے مکتب قرآن میں قرآن کے کافی پارے حفظ کئے تھے، ۴/۵ سال کی عمر میں اسکول جانا شروع کیا اور ۱۵ سال کی عمر تک انٹر پاس کی اور ڈپلومہ کے لئے لنڈن تشریف لے گئے اور انجنیرنگ میں ڈپلومہ کیا اور انقلاب اسلامی ایران کے ایک سال گزر جانے کے بعد یعنی ۱۳۹۹ ہجری میں قم المقدس میں حوزہ میں داخلہ لیا، اصفہان سے شادی کی اور ۳/۵ سال میں مقدماتی دروس کامل کیئے، بقول شیخ کے میں نے سواء اس کے کہ مجھ پہ آرام کرنا واجب نہ ہوگیا ہو کبھی درس و مباحثہ سے چھٹی نہیں کی، دن ہو یا رات جمعہ ہو یا اور کوئی دن فقط اپنے درس میں گھن رہتا تھا، میں نے مقدمات و سطحی دورس کے بعد آیۃ اللہ میرزا ہاشم آملی کے صلاۃ کے بحث میں ۸ سال شرکت کی، اسی طرح آیۃ اللہ سید محمد روحانی کے درس خارج فقہ و اصول میں ۱۱ سال شرکت کی اور جب سید مریض ہو گئے تو ۳ مہینے آیۃ اللہ گلپایگانی قدس سرہ کے درس میں شریک ہوا اور اسی طرح ۸ سال استاد بزرگوار آیۃ اللہ وحید خراسانی دام عزہ کے درس میں

شرکت کرتا رہا، ۳ سال آیۃ اللہ جواد تبریزی مدظلہ کے فقہ واصول کے خارج میں شرکت کی۔

فلسفہ اور عرفان کے دروس ۷ سال تک آیۃ اللہ جوادی آملی دام عزہ کے پاس پڑھے اور کتاب الاشارات بو علی سینا آیۃ اللہ حسن زادہ آملی دام فضلہ کے پاس پڑھا۔

موصوف قم المقدس میں کافی سال عرب طالبعلموں کو درس خارج دیتے رہے ہیں اور حال حاضر نجف اشرف میں پر مغز درس خارج دے رہے ہیں۔

موصوف کی کافی کتابیں بازار علم میں موجود ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں:

مقامات فاطمۃ الزہراء (س) فی الکتاب والسنۃ ۳ جلدوں میں

فی رحاب الزیارۃ الجامعہ الکبیرۃ

الاملۃ الالہیۃ ۵ جلدوں میں

الشہادۃ الثالثۃ

الشعائر الحسینیۃ بین الاصالۃ والتجدید

شیوہ ہای نوین عزاداری بدعت یا سنت؟

اور کافی فقہی اور اصولی و فلسفے پہ کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور اس کے علاوہ اور کافی کتابیں ابھی زیر طبع ہیں، معظم لہ کی کتابوں کا سافٹ ویئر بھی بن چکا ہے۔

دیباچہ :

عزاداری سید الشھداء حضرت امام حسین علیہ السلام ، ایک طرف دین اسلام کا ایک عظیم رکن ، اس کی بقا اور حفاظت کا واحد ذریعہ اور دین محمدی ﷺ کی اپنی اصلی شکل وصورت اور حالت میں بقا کی ضامن ہے تو دوسری طرف مختلف علاقوں میں مختلف قوموں کے درمیان اس عزاداری کو برپا کرنے کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر دور میں مختلف طریقوں اور رسومات کے ذریعے عزاداری برپا کی جاتی رہی ہے ، ہم اِس کتاب میں اُن جدید رسومات کے بارے میں تحقیق کریں گے اور شرعی و عقلی اعتبار سے یہ بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ کیا مومنین کو اس طرح کی نئی رسومات انجام دینے کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟اگرانہیں اجازت ہے تو اسکی شرائط اور حدود کون سی ہیں کہ جن میں رہ کر یہ رسومات انجام دی جائیں ؟ یا بنیادی طور پر یہ نئی رسومات و نئے طریقے بدعت کے دائرے میں آتے ہیں یا نہیں؟

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ سید الشھداء علیہ السلام کی عزاداری شعائر الٰہیہ میں سے ہے اور اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اس حساس موضوع کی شعائرِ الٰہی کے عنوان سے تحقیق کی جائے اور شعائر کی ماہیت و حقیقت کو شارع مقدس (اللہ تبارک و تعالیٰ) کے کلام کی روشنی میں بیان کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا شارع مقدس نے انسانوں کو ان شعائر میں جدید رسومات کو شعائر کے اعتبار سے بنانے اور داخل کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں؟

اس بحث کو تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد عزاداری کی ان رسومات پر جو چند اعتراضات ہیں انکو بھی بیان کریں گے جیسے: دین میں بدعت کا عنوان، یا دین کو تبدیل کرنے کا عنوان، یا خرافات کا عزاداری میں داخل ہو جانا، وہن مذہب (مذہب کی توہین) کا سبب یا اضرار نفس (اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا) ۔

حرفِ مترجم:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اربعین (چہلم) کی زیارت جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے اس میں آپ علیہ السلام کے قیام کا مقصد کچھ اس طرح بیان ہوا ہے : ... **وَبَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَ حَيْرَةِ الضَّلَالَةِ** ...[1] (اور سید الشہداء علیہ السلام نے) اپنا خونِ جگر تیری راہ میں پیش کیا تاکہ تیرے بندوں کو جہالت اور ضلالت و گمراہی کی حیرت سے نجات دلائیں۔

تمام خدائی نمائندوں کا کام یہی تھا کہ انسانوں کو جہالت و تاریکی اور ضلالت و گمراہی کی دلدل سے نکال کر نورِ ہدایت اور علم و آگاہی کی طرف لے آئیں جہاں وہ خدا شناس اور حق و حقیقت شناس بن سکیں اسی راہ میں امام حسین علیہ السلام نے سب انبیاء علیہم السلام کی زحمتوں کو اپنا خون دے کر رائیگاں ہونے سے بچا لیا اور اس راہ کو قیامت تک ہدایت کا راستہ بنا دیا ، خود ذات امام عالی مقامؑ تو اپنی جگہ انؑ کی عزاداری کے شعائر ، اسلام کی عظمت اور دین اور اس کے احکامات کی بقا کے ضامن بن گئے اور امام مظلوم حسین بن علی علیہما السلام کی عزاداری کی رسومات بہت سی مادی و معنوی برکات کا سبب ہیں جو خود اس عزادار اور اس

---

[1] تهذيب الأحكام ، شيخ طوسى ، جلد 6 صفحه 113 زيارة الأربعين ، بحارالأنوار، جلد 98 صفحه 331 باب 25- زيارة الأربعين و بحارالأنوار جلد 98 صفحه 209 باب 18 و بحارالانوار جلد 98 صفحه 177 . كامل الزيارات صفحه 228 . مصباح المتهجد صفحه 788

کے معاشرے کو نصیب ہوتی ہیں اور اس کے اخلاق، عقائد، تربیت، خاندان و . . . پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

تمام الٰہی ادیان میں ان کے سرپرستوں اور نبیوں علیہم السلام کے بعد ان میں خرافات اور عقل کے منافی دستورات نے جنم لیا مگر یہ دین اسلام ہے کہ اس کی اصلی حالت ابھی بھی باقی ہے یہ فقط اور فقط شعائر حسینیہؑ کی وجہ سے ہے کیونکہ دوسرے ادیان میں حسین علیہ السلام جیسی کوئی شخصیت نہیں کہ جس کے شعائر دین کی حفاظت کریں اور عالَم ملکوت و امام وقت کے ساتھ تعلق جوڑے رکھیں، اسی وجہ سے جو شخص بھی ان شعائر کے حقیقی معانی و مفاہیم کے ساتھ جتنا جڑا رہتا ہے وہ اتنا ہی اصلِ دین اور خدائی نمائندہ کے قریب رہتا ہے.

ملکوت کے ساتھ رابطہ صرف اور صرف ان شعائر ایمانی خصوصاً شعائر حسینیؑ سے ہی ممکن ہے کہ جس کی وجہ سے دین کی رونقیں باقی ہیں اور دشمن انہی شعائر حسینیؑ کو مختلف عناوین سے کبھی وہن مذہب کے بہانے سے کبھی ان شعائر کے اصلی معنی اور مفہوم میں تحریفات کرکے دین کی بنیادوں کو ختم کرنے کے درپے ہے اور دشمن کے زہریلے پروپیگنڈے کی وجہ سے کچھ اپنے بھی تردّد کا شکار ہیں جس کی وجہ سے کافی شعائر کا انکار کرتے ہیں۔

اس کتاب میں جیسا کہ دیباچہ میں ذکر ہوا ہے کہ ان شعائر کے موضوع پر سیر حاصل

بحث ہوئی ہے گرچہ اس کتاب کی زبان خالصتاً علمی واصولی زبان ہے پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ اس کو عام فہم اور اپنی طرف سے کچھ مثالوں کا ذکر کر کے آسان بنایا جائے اور وہ آیات وروایات جن کا کچھ حصہ جو کہ مورد استنباط تھا اس کو ترجمے کے ساتھ پورا نقل کیا جائے، اور جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں کہ مجتہد موضوعات کو بیان کرتا ہے ان موضوعات کی تطبیق مکلّف پر ہے یعنی مجتہد مثلاً جدید شعائر کے جواز کو ثابت کر رہا ہے بطور مثال کچھ جدید شعائر کو ذکر کر دیتا ہے ان کے علاوہ دوسرے شعائر کی ان موضوعات پر تطبیق مکلّف کی ذمہ داری ہے مثلاً عاشورہ کے دن سر میں خاک شفا کا ڈالنا صحیح ہے یا نہیں (البتہ یہاں ایک اور فقہی موضوع پیش آتا ہے کہ ہم عاشورہ کے دن سر اور چہرے پر خاک شفا ملتے ہیں اور بعد میں جا کر اس کو واش روم یا حمام میں دھوتے ہیں جو کہ صحیح نہیں، یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ خاک شفا کی اہمیت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اس سے مربوطہ مسائل کا بھی ملاحظہ کیا جائے یا مثلاً کچھ کم سن بچیوں کو بیڑیاں پہنا کر ہاتھوں میں کوزے دے کر مخصوص الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں مثلاً یا ابا الفضل العباس وغیرہ اور وہ بچیاں سیدہ سکینہ وسیدہ رقیہ علیہا السلام کا اپنے چچاؑ کی شہادت کے بعد کا منظر بیان کرتی ہیں تو ان میں کچھ ظریف نکتے ہیں ان کی رعایت ضروری ہے جو ان شاء اللہ کلی طور پر اس کتاب میں بیان ہونگے باقی مخصوص افعال ورسومات کے بارے میں مراجع عظام سے استفتاء کیا جائے۔

حرفِ آخر :

آخر میں مومنین کرام کی بصیرت بڑھانے اور ان کی سہولت کے لئے دو مقدمہ، حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے جدید مسائل کے بارے میں مکتب اہل بیت علیہم السلام کے فقہاء و مراجع عظام کے استفتاءات اور اسی طرح مراجع عظام و علماو بزرگان دین کے عزاداری امام حسین علیہ السلام کے واقعات پر مشتمل پند آموز واقعات کو ذکر کر رہا ہوں۔

الف : عزاداری کے جدید مسائل کے سلسلے میں مختلف مراجع عظام کے استفتاءات :

* کالے لباس، ضریح، علم اور امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں جو کپڑا استعمال ہوتا ہے کیا اس کا احترام کرنا شرعی اعتبار سے صحیح ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمہ اللہ) :

جی ہاں یہ جائز اور مشروع ہے۔

* کیا عاشورہ کے دن دنیوی کام کاج کرنا حرام ہے؟

(آیۃ اللہ سیستانی دام عزہ) :

عاشورہ کے دن دنیوی کام کاج کرنا مکروہ ہے۔

* کیا عاشورہ کے دن مصافحہ کرنا جائز ہے؟

(آیۃ اللہ جواد تبریزی رحمہ اللہ) :

اگر مصافحہ کا ترک کرنا (عرف میں) حزن و غم کی علامت ہو یا اس پر اہلبیت علیہم السلام کی

عزاداری کا عنوان صادق آتا ہو تو مصافحہ کو ترک کرنا بہتر ہے۔

* ائمہ معصومین علیہم السلام کی شہادت کے دنوں یا راتوں میں کسی خوشی کا پروگرام یا شادی کا کوئی پروگرام رکھنا کیا ان ایام کی ہتکِ حرمت کا سبب بنتا ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

(آیۃ اللہ صافی گلپایگانی دام عزہ) :

اس طرح کے کام محمد و آل محمد علیہم السلام کے ساتھ محبت کرنے والوں کے لئے مناسب نہیں ہیں اور مومنین کو چاہئے کہ ان کاموں سے پرہیز کریں۔

(آیۃ اللہ سید علی سیستانی دام عزہ) :

جائز نہیں۔

(آیۃ اللہ جواد تبریزی رحمۃ اللہ علیہ) :

ائمہ علیہم السلام کی عزاداری کے دنوں میں اس طرح کی خوشی اور شادی بیاہ میں کوئی برکت نہیں ہوتی اور گلی کوچوں میں خوشی کا سماں پیدا کرنا جائز نہیں۔

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ) :

اگر ان ایام کی توہین اور ہتک حرمت کا سبب بنے تو جائز نہیں۔

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمۃ اللہ علیہ) :

اگر ان کاموں پر توہین اور ہتک کا عنوان صادق آتا ہے تو یہ حرام ہیں۔

(آیۃ اللہ مکارم شیرازی دام عزہ) :

جو مسئلہ پوچھا گیا ہے اس صورت میں حرام ہے۔

* کچھ چاول، چینی وغیرہ اور کچھ پیسے محرم میں عزاداری کے لئے جمع کئے گئے تھے ان میں سے کچھ سامان اور پیسے بچ گئے ہیں ہم نے سوچا ہے کہ ان کو اگلے سال عزاداری پہ خرچ

کیا جائے گا تو کیا سال کے گزرنے پر ان پر خمس واجب ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمہ اللہ) : خمس واجب نہیں۔

* امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے لئے جمع کئے سامان میں سے جو کچھ بچ جاتا ہے اسے کس جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے؟

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ) :

بچ جانے والی چیزوں کو ان کے دینے والوں کی اجازت سے دوسرے اچھے کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے یا انھیں آیندہ کی مجالس میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

* نوحہ خوانوں، ذاکروں اور مجلس پڑھنے والوں کا نوحہ خوانی اور مجالس پڑھنے کے لئے لوگوں سے پیسے یا ہدیہ لینا جائز ہے؟

(امام خمینی رحمہ اللہ) :

امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں نوحہ خوانی کرنا اور مجلس پڑھنا اعظم القربات (خدا کے قریب ہونے کا بہترین ذریعہ ہے) اور ان میں پیسے یا ہدیہ لینے میں کوئی ممانعت نہیں۔

(آیۃ اللہ گلپایگانی رحمہ اللہ) :

اسلام میں وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت کی بڑی فضیلت ہے اور یہ ایک مقدس کام ہے جس کو انبیا و اولیاء علیہم السلام کا ایک مہم کام جانا جاتا ہے، غالباً مومنین اس کو درگاہ خداوندی میں تقرب کی نیت سے انجام دیتے تھے اور اس کے بدلے میں مادی اجر کے خواہشمند نہیں رہتے تھے، کیونکہ بیت المال سے یا خود دوسرے مومنین ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، اور پہلے اس مقدس پیشے کا پیسوں سے معاملہ نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے ان کا وعظ و نصیحت زیادہ اثر انداز ہوتا تھا۔ پھر بھی اگر کوئی ائمہ علیہم السلام کے مصائب کو نقل

کرنے یا وعظ ونصیحت کے مقابل میں اجرت لیتا ہے اور طے کرتا ہے تو کوئی اشکال نہیں، ہاں اگر واجب احکام کو بیان کرنے اور اصول دین اور عقائد کو بیان کرنے کی اجرت لے رہا ہو تو جائز نہیں۔

* کیا کوئی ذاکر اہلبیت علیہم السلام فضائل و مصائب محمد وآل محمد علیہم السلام کو بیان کرنے کی اجرت طے کر سکتا ہے؟

(آیۃ اللہ مکارم شیرازی دام عزہ) :

اس طرح کی اجرت کا طے کرنے میں شرعاً کوئی اشکال نہیں مگر یہ کام اہل بیت علیہم السلام کے ذاکروں کہ جن کا متقی اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے ان کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح اپنی اجرت کو طے کریں۔

* اگر عزاداری کے لئے وقف کئے گئے مال سے کچھ بچ جائے تو کیا اس کو امام بارگاہ کی تعمیر کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمہ اللہ) :

جس طرح وقف کیا گیا ہے اس کو اسی طرح استعمال کیا جائے کیونکہ اس کو عزاداری کے لئے وقف کیا گیا ہے اس لئے اس کو امام بارگاہ کی تعمیرات کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا مگر اس کے (امام بارگاہ کے لئے خرچ کرنا) عزاداری کے لئے ضروری ہو جیسا کہ امام بارگاہ کو بڑا کرنے کے لئے یا اس کی تعمیرات جو کہ ضروری ہوں تو پھر اشکال نہیں ہے۔

(آیۃ اللہ جواد تبریزی رحمہ اللہ) :

اگر وقف کرنے والے نے اس کو استعمال کرنے کی جگہیں بیان نہ کی ہوں تو ضروری ہے کہ اس کو عزاداری، مجالس، نوحہ خوانی اور عزاداروں کو نیاز کھلانے میں ہی استعمال کیا

جائے۔

(امام خمینیؒ) :

اگر وقف کرنے والے نے امام حسینؑ کے لئے وقف کیا ہے تو اس کو مجالس، عزاداری، نوحہ خوانی اور اس طرح کی چیزوں میں استعمال کیا جائے۔

* **ایک شخص نے کسی جگہ پر امام حسینؑ کی مجالس کے لئے ایک ملکیت کو وقف کیا ہے، حال حاضر میں اس وقف شدہ ملکیت کے متولی کے لئے اس جگہ پر جا کر مجالس کرانے کی طاقت نہیں کیا یہ جائز ہے کہ وہ جس جگہ رہتا ہے وہیں پر مجالس کا انعقاد کرائے؟**

(امام خمینیؒ) :

اگر کسی مخصوص جگہ پر مجالس کرانے کے لئے کوئی ملکیت وقف کی گئی ہو تو اگر خود وہ نہیں جا سکتا تو وہاں کوئی وکیل بنا کر بھیجے تاکہ وہیں پر مجالس کا انعقاد ہو اور اس وقف شدہ ملکیت کے متولی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان مجالس کو کسی اور جگہ منعقد کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ کسی شخص کو اپنا نائب بنا کر اس جگہ بھیجے تاکہ وہاں مجالس برپا ہو سکیں۔

* **وہ اشخاص جو عزاداری کے لئے مساجد و امام بارگاہوں میں دیئے جلاتے تھے کیا وہ ان کی جگہ مثلاً ٹیوب لائٹ وغیرہ جلا سکتے ہیں؟**

(آیۃ اللہ سیستانی دام عزہ) :

جی جلا سکتے ہیں۔

* ذاکر اہل بیت علیہم السلام یا کسی خطیب کو جو نیاز دینے کے لئے لوگوں سے پیسے جمع کیئے جاتے ہیں کیا ان میں سے کچھ اس ذاکر یا خطیب کو دے کر بقیہ رقم سے امام بارگاہ یا عزاداری یا مسجد کے لئے یا عام منفعت والے کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمۃ اللہ علیہ) :

استعمال نہیں کر سکتے۔

* کسی شخص نے نذر کی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اتنے لوگوں کو حضرت عباس علیہ السلام کا تبرک کھلائے گا اب اس کے گھر میں اتنی جگہ نہیں کہ وہ اپنی نذر کو ادا کر سکے کیا وہ اس پیسوں کو کسی دوسری جگہ پر خرچ کر سکتا ہے؟

(امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ) :

اگر اس شخص نے نذر کا مخصوص صیغہ نہ پڑھا ہو تو اس کی نذر ادا کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے کرے اور اگر اس نے نذر کا صیغہ پڑھا ہو تو ضروری ہے کہ اپنی نذر پر عمل کرے اور اگر اس کو ادا کرنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس پر واجب نہیں۔

(آیۃ اللہ سید علی سیستانی دام عزہ) :

اگر نذر شرعی الفاظ کے ساتھ کی ہو تو ضروری ہے کہ اپنی نذر کے مطابق عمل کرے۔

* محرم و صفر کے دنوں میں جس شخص نے کالا لباس پہنا ہو کیا اسی لباس کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے کیا اس کی نماز مکروہ ہے؟

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی مدظلہ) :

امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں سیاہ لباس کا پہننا عزاداری کی علامت ہے اور مستحب ہے اس لئے اس کی نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

* نماز میں امام حسین اور دیگر معصومین علیہم السلام کے مصائب پر رونا صحیح ہے؟

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی مدظلہ) :

امام حسین اور دیگر معصومین علیہم السلام کے مصائب کو یاد کرکے رونا دنیا کے امور کے لئے رونے میں شمار نہیں ہوتا اس لئے کوئی اشکال نہیں۔

* اگر نماز کی حالت میں کوئی شخص امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کرکے رو پڑے یا کوئی اور شخص مصائب پڑھ رہا ہو اور نمازی اس کو سن کر رو پڑے کیا اس کی نماز صحیح ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت مدظلہ) :

بنابر اظہر (جو چیز زیادہ واضح ہے) جائز ہے کیونکہ خدا اور اس کے اولیا کی محبت کی وجہ سے رونا صحیح ہے۔

* امام حسین علیہ السلام پر نماز میں رونا کیا حکم رکھتا ہے؟

(آیۃ اللہ جواد تبریزی مدظلہ) :

امام حسین علیہ السلام پر رونا دنیوی باتوں کے لئے رونے میں شمار نہیں ہوتا اس لئے صحیح ہے۔

(امام خمینی رحمہ اللہ و آیۃ اللہ مکارم شیرازی دام عزہ و آیۃ اللہ نوری ہمدانی دام عزہ) :

احتیاط واجب کی بنا پر نماز کی حالت میں امام حسین علیہ السلام پر رونے کو ترک کیا جائے۔

(آیۃ اللہ سید خوئی رحمہ اللہ و آیۃ اللہ سید علی سیستانی دام عزہ و آیۃ اللہ وحید خراسانی دام عزہ) :

اگر نماز میں امام حسین علیہ السلام کے لئے رونا آخرت کی طرف لوٹتا ہو تو جائز ہے۔

* اگر کسی کے کچھ واجبات عزاداری و مجالس میں جانے سے فوت ہو جاتے ہوں مثلاً شب بیداری کی وجہ سے میری نماز صبح قضا ہو جائے تو کیا میں ان عزاداریوں میں شرکت نہ کروں؟ کیا میری شرکت نہ کرنے کی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام کی دل آزاری ہو گی؟

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ) :

یہ بات تو واضح ہے کہ مجالس و عزاداری اہل بیت علیہم السلام میں جانے سے نماز زیادہ واجب تر ہے اور اس بہانے کے ساتھ نماز کو قضا کرنا جائز نہیں اور ان عزاداریوں میں شرکت کرنا مستحب موئکد ہے مگر اس طرح ہو کہ نماز اور عزادای میں کوئی تزاحم نہ ہو۔

* امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے دنوں میں نماز کو مقدم کیا جائے یا عزادای کو؟

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی رحمہ اللہ) :

بہتر ہے کہ نماز کو مقدم کیا جائے جیسے امام حسین علیہ السلام نے عاشورہ کے دن ظہر کے وقت نماز کو مقدم کیا اور نماز قائم کی۔

* اہل بیت علیہم السلام کی عزاداری و مجالس میں خواتین آرائش (Make Up) کرکے آتی ہیں کیا یہ عمل جائز ہے؟

(آیۃاللہ تقی بہجت مدظلہ) :

اگر کسی نامحرم کا سامنا نہ کرنا ہو یا کسی حرام میں مبتلا ہونے کا سبب نہ بنے پھر بھی یہ عمل سزاوار نہیں۔

* علم اور عزاداری کے دوسرے وسائل مسجد میں رکھے جا سکتے ہیں؟

(آیۃاللہ جواد تبریزی مدظلہ) :

عزاداری کے وسائل مسجد میں رکھنا جائز ہے مگر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس طرح نہ ہو کہ نمازیوں کے لئے پریشانی کا سبب بنے وہ نماز ادا کرنے میں مشکل میں گرفتار ہو جائیں، علم اور اس طرح کی دوسری چیزیں جو عزاداری میں استعمال ہوتی ہیں ان کو مسجد میں مخصوص جگہ بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔

* ان چیزوں کی تعزیہ اور شبیہ خوانی (جیسے ٦ محرم کو قاصد آتا ہے) کہ جن کی کوئی معتبر سند نہیں ملتی جیسے جناب قاسم ابن حسن علیہ السلام کی شادی تو اس کا کیا حکم ہے؟

(آیۃاللہ تقی بہجت مدظلہ) :

اگر اس چیز کا علم ہو کہ بعض تاریخوں میں اور روایات میں یہ بات نقل ہوئی ہے تو کوئی اشکال نہیں۔

* تعزیہ خوانی میں اہل بیت علیہم السلام کی شبیہ بننا جائز ہے؟

(آیۃاللہ نوری ہمدانی دام عزہ) :

اشکال رکھتا ہے۔

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی و آیۃ اللہ تقی بہجت رحمہما) :

اگر توہین کا سبب نہ بنے تو جائز ہے۔

* عباس علمدار علیہ السلام کے علم یا ذوالجناح یا ضریح و تابوت کی شبیہ کو چادروں کے ساتھ یا دوسرے زیوروں کے ساتھ سجانا صحیح ہے ؟

(آیۃ اللہ جواد تبریزی رحمہ اللہ) :

کوئی اشکال و مضائقہ نہیں۔

(آیۃ اللہ نوری ہمدانی دام عزہ) :

متعارف طریقے کے مطابق کوئی اشکال نہیں۔

* وہ کپڑا جو محرم کے دنوں میں علم پر باندھنے کے لئے دیا جاتا ہے اس کو بیچ کر عزاداری اور امام بارگاہ پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمہ اللہ) :

جائز نہیں ہاں اگر دینے والے کے راضی ہونے کا اطمینان ہو تو جائز ہے۔

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی رحمہ اللہ) :

اگر عزاداری کے مراسم سے زیادہ ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو اور حد متعارف سے زیادہ ہو تو بیچا جا سکتا ہے اور اس کو عزاداری اور امام بارگاہ کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے، بہتر ہے کہ دینے والوں سے اجازت لی جائے، جب کہ ہر صورت میں خریدنے والے کا اس کپڑے

میں تصرف کرنا جائز ہے۔

* عزاداری کے جلوس کے آگے علَم لے کر جانا صحیح ہے؟

(امام خمینی، آیۃ اللہ جواد تبریزی، آیۃ اللہ فاضل لنکرانی، آیۃ اللہ تقی بہجت علیہ السلام اور آیۃ اللہ سید علی سیستانی دام عزہ):

کوئی اشکال نہیں۔

(آیۃ اللہ نوری ہمدانی دام عزہ):

متعارف طریقے کے مطابق کوئی اشکال نہیں۔

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ):

فی نفسہ کوئی اشکال نہیں رکھتا۔

(آیۃ اللہ مکارم شیرازی دام عزہ):

کیونکہ علَم عزاداری سے وابستہ ہے اس لئے لائق احترام ہے۔

(آیۃ اللہ صافی دام عزہ):

فی نفسہ کوئی اشکال نہیں اور ضروری ہے کہ عزاداری کے سب کاموں میں اعتدال سے کام لیا جائے اور علَم کا اٹھانا شعائر کی تعظیم کرنا ہے اور کوئی اشکال نہیں رکھتا۔

* کچھ جگہوں پر امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں یہ رسم چل رہی ہے کہ لوگ اپنے بدن میں سوراخ کر کے ان میں بڑے بڑے تالے یا وزنی چیزیں لٹکا دیتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ):

اس طرح کے اعمال عقل کے خلاف ہیں اور مذہب کی توہین کا سبب ہیں لہٰذا جائز نہیں۔

* وہ خون جو قمہ زنی اور زنجیر زنی کی وجہ سے عزاداروں کے بدن سے نکلتا ہے اس کو کچھ لوگ تبرک کے عنوان سے مریضوں کی شفا اور عقیم و بانجھ عورتوں کے لئے لے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(آیۃاللہ مکارم شیرازی دام عزہ) :

اس طرح کی باتیں کوئی دلیل نہیں رکھتیں، عزاداری اس طرح کی جائے کہ دین اور مقدسات کی توہین کا سبب نہ بنے اور امام حسین علیہ السلام کے عزاداروں کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح کے کاموں اور اختلاف سے پرہیز کریں اور متحد رہیں۔

* عزاداری میں نکلنے والا خون پاک ہے؟

(اجماع) :

وہ نجس ہے۔

* عزاداری میں خود کو طمانچہ مارنا جائز ہے؟

(آیۃاللہ سید علی سیستانی دام عزہ) :

جائز ہے۔

* عزاداری کے جلوسوں میں خواتین کا حجاب اور اسلامی پردے کے ساتھ شرکت کرنا صحیح ہے؟

(آیۃاللہ تقی بہجت مدظلہ) :

اسلامی حجاب کی رعایت کے ساتھ خواتین کا شرکت کرنا اشکال نہیں رکھتا۔

(آیۃاللہ نوری ہمدانی دام عزہ) :

اگر کسی حرام میں پڑنے کا خوف نہ ہو تو جائز ہے، خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ عزاداری کے جلوسوں میں اسلامی حجاب اور عفاف کا پورا خیال رکھیں۔

(آیۃاللہ مکارم شیرازی دام عزہ) :

گناہ میں پڑنے کا خوف نہ ہو تو اشکال نہیں۔

* کیا قمیص اتار کر اس طرح ماتم کرنا کہ سینہ سرخ ہو جائے اور اس سے خون نکل آئے جائز ہے؟

(آیۃاللہ جواد تبریزی رحمۃ اللہ علیہ) :

کوئی مسئلہ نہیں۔

(آیۃاللہ فاضل لنکرانی رحمۃ اللہ علیہ) :

جائز بلکہ راجح (مستحب کے قریب) ہے اس شرط کے ساتھ کہ جان کے لئے کسی مہم ضرر کا باعث نہ ہو۔

(آیۃاللہ نوری ہمدانی دام عزہ) :

اگر عرف میں اس کو عزاداری اور غم و حزن سمجھا جائے تو کوئی اشکال نہیں بلکہ ایک پسندیدہ اور ایک ارزشمند کام ہے۔

(آیۃاللہ تقی بہجت مدظلہ) :

اگر یہ کام عزادای کے مناسب ہو اور کسی خاص ضرر کا باعث بھی نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں۔

(امام خمینی ؒ) :

اگر یہ کام کسی واضح ضرر کا سبب نہ بنے تو جائز ہے۔

(آیۃ اللہ صافی دام عزہ):

اگر یہ کام کسی واضح ضرر کا سبب نہ بنے تو عزاداری امام حسین ؑ میں جائز ہے۔

* ہمارے یہاں عورتیں محرم و صفر میں اپنی آرائش اور اصلاح (بال کٹوانا، ناخن کاٹنا، بھنویں بنوانا، تھریڈنگ کروانا، فیشل کروانا وغیرہ) کو صحیح نہیں سمجھتیں کیا یہ کام اگر انجام دیئے جائیں تو صحیح ہیں؟

(آیۃ اللہ مکارم شیرازی دام عزہ) :

سزاوار ہے کہ ان کاموں کو ترک کیا جائے۔

* عورتوں کے سامنے مردوں کا عزاداری کے لئے برہنہ (قمیص اتارنا) صحیح ہے یا نہیں؟

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ) :

اگر کوئی نا محرم نہ دیکھے اور فساد کا سبب نہ ہو تو برہنہ ہونا اور سینہ زنی کرنا جائز ہے البتہ مناسب یہ ہے کہ عزاداری کو پورے لباس کے ساتھ ہی انجام دیا جائے۔

(امام خمینی ؒ) :

اگر برہنہ ہونا فساد کا باعث نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں رکھتا اور عورتوں پر واجب ہے کہ نامحرم کے بدن کو دیکھنے سے اجتناب کریں

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی ؒ) :

کوئی مشکل نہیں مگر عورتوں پر ضروری ہے کہ وہ اجنبی مرد کے بندن پر نگاہ نہ کریں۔

(آیۃ اللہ سید علی سیستانی دام عزہ) :

کوئی اشکال نہیں رکھتا۔

(آیۃ اللہ مظاہری ؒ) :

جائز ہے مگر ضروری ہے کہ مردوں اور عورتوں جدا کیا جائے (ان مواقع پر) اور یہ اسلام کا بڑا ہدف ہے کہ مرد و زن دونوں جدا جدا احکامات کو انجام دیں۔

(آیۃ اللہ سید صادق روحانی دام عزہ) :

مردوں کے لئے (برہنہ ہوکر ماتم کرنا) جائز ہے مگر عوتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ دیکھیں۔

(آیۃ اللہ جوادی آملی دام عزہ) :

جب نا محرم نگاہوں سے (نہ کہ نا محرم کی نگاہوں سے) آدمی مصوّن و محفوظ تو

کوئی اشکال نہیں۔

(آیۃ اللہ جواد تبریزی مدظلہ) :

مردوں کے لئے ناف سے لے کر زانو تک جو کہ ستر کی واجب مقدار ہے اس سے زیادہ خود کو ڈھانپنا ضروری نہیں۔جب بھی کسی عقلی ہدف کے لئے کوئی اپنی قمیص اتارتا ہے تو کوئی عیب و اشکال نہیں (یعنی مثلاً گرمی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یا احتجاج کرنے کے لئے وغیرہ وغیرہ : مترجم) اور یہ مورد جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے یہ بھی ان ہی موارد عقلائی میں سے ہے

ہاں! عورتوں کا لذت کی نگاہ سے دیکھنا مطلقاً (چاہے محرم کو دیکھے یا نامحرم کو) جائز نہیں۔

(آیۃ اللہ تقی بہجت مدظلہ) :

جب تک ریبہ (لذت) کی نگاہ سے دیکھنے کا علم نا ہو جائز ہے۔

* سالوں سے ہمارے یہاں شوشتر (ایران کا ایک علاقہ) میں عزاداری کی یہ رسم چلی آ رہی ہے کہ امام مظلوم علیہ السلام کی عزاداری میں عزادار برہنہ ہو کر ماتم کرتے ہیں اور علماء ان کے ساتھ ہوتے ہیں وہ گلی کوچوں سے ہو کر امام زادوں کے مزاروں اور علما کے گھروں میں بھی جاتے تھے جلوس میں خواتین ان کے ساتھ ہوتی ہیں ابھی کچھ عرصہ ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ جلوس میں کیونکہ خواتین بھی آتی ہیں اس لئے قمیص اتار کر ماتم و سینہ زنی کرنا حرام ہے اس وجہ سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا خواتین کے سامنے برہنہ

ہو کر ماتم کرنا کوئی عیب رکھتا ہے؟اور کیااس رسم و شعار کو باقی رکھنا واجب ہے یا نہیں؟

(امام خمینی ؒ) :

کوئی ممانعت نہیں خواتین کو چاہئے کہ اجنبی مرد کے جسم کو نہ دیکھیں۔

* نامحرم کی نظروں سے دور عزاداری ائمہ اطہار علیہم السلام میں برہنہ ہو کر سینہ زنی کرنے کا کیا حکم ہے ؟

(آیۃاللہ وحید خراسانی دام عزہ) :

جائز ہے۔

* امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں برہنہ ہو کر سینہ زنی کرنا جب کوئی نا محرم اس کو نہ دیکھ رہا ہو تو حکم ہے ؟

(آیۃاللہ صادق شیرازی دام عزہ) :

مستحب ہے۔

* ائمہ معصومین علیہم السلام کی عزاداری میں سینہ زنی کرنے کی دلیل کیا ہے؟

(آیۃاللہ نوری ہمدانی دام عزہ) :

ائمہ معصومین علیہم السلام کی عزاداری میں سینہ زنی کرنا دینی شعائر کی تعظیم کرنا اور ان کی مظلومیت کو یاد رکھنا ہے جو حق اور اہلبیت علیہم السلام کے معارف کو زندہ کرنے اور ان کو نشر کرنے کا سبب بھی ہے۔

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی ؒ) :

سینہ زنی عزاداری کا ایک مہم مظہر ہے اور بنوامیہ کے مظالم سے نفرت کا اظہار کرنے کا وسیلہ ہے یہ رسم نہ صرف غلط نہیں بلکہ عاشورہ کے ہدف و مقصد کو ظاہر اور نشر کرنے کا ایک مہم وسیلہ ہے۔

* اگر کسی شخص کو ایک روایت پڑھنے کا کہا جائے اور اس کو اس بات کا علم ہو کہ یہ روایت صحیح نہیں؛ کیا وہ دوسروں کے لئے (اس روایت کے جھوٹے ہونے کی وضاحت دئے بغیر) پڑھ سکتا ہے؟

(آیۃ اللہ جواد تبریزی ؒ) :

اگر معتبر دلیل کے ساتھ اس حدیث کے جھوٹے ہونے کا اطمینان رکھتا ہو تو اس کا پڑھنا جائز نہیں۔

* کچھ ذاکرین خصوع اور خشوع کی حالت میں خود کو حیوانات مثلاً کتے کی شبیہ بناتے ہیں اور اس کی آواز بھی نکالتے ہیں اور مثلاً کہتے ہیں کہ ہم امام حسین ؑ کے کتے ہیں؛ کیا یہ کام شرعی لحاظ سے جائز ہے؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت ؒ) :

یہ کام احتیاط کے خلاف ہے، بلکہ اگر اہل بیت ؑ کی توہین کا سبب بنتا ہے تو عنوان ثانوی کے اعتبار سے قطعاً حرام ہے۔

* خواتین کی عزاداری، ان کے جشن اور مجالس میں کبھی کبھی ان کی آواز مردوں تک پہنچ جاتی ہے کیا یہ کام جائز ہے؟

(رہبر معظم انقلاب اسلامی آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای دام عزہ) :

اگر کسی (اخلاقی یا معاشرتی) فساد کا خوف ہو تو اس کام سے اجتناب کیا جائے۔

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی رحمہ اللہ) :

خواتین کی آواز کا سننا کسی کے لذت حاصل کرنے کا سبب نہ بن رہا ہو تو حرام نہیں۔

(آیۃ اللہ صافی دام عزہ):

اگر نامحرم تک ان کی آواز نہ پہنچے تو کوئی اشکال نہیں۔

* معصومین علیہم السلام کی شہادت کے دنوں میں سیاہ لباس پہننا مکروہ ہے؟

(اجماع) مستحب ہے۔

* محرم میں سفید کپڑے پہننا اشکال رکھتا ہے؟

(آیۃ اللہ صافی دام عزہ):

اگر سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری سے منہ موڑنے کے قصد سے نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں پہننے میں۔

* شوہر کی اجازت کے بغیر اہل بیت علیہم السلام کی ولادت کے جشن یا ان کی عزادائی کی مجالس رکھوانا جائز ہے؟

(آیۃ اللہ فاضل لنکرانی رحمہ اللہ) :

شوہر کی اجازت کے بغیر یہ کام کرنا جائز نہیں مگر اس کے بعد کہ شوہر کے راضی ہونے کا یقین ہو جائے۔

* کیا ایسی جگہ عزاداری کرنا جائز ہے جہاں اس بات کا گمان ہو کہ یہ لوگ عزاداری میں "ریا" کر رہے ہیں؟

(آیۃ اللہ تقی بہجت رحمہ اللہ) :

آپ اپنے عمل کو خالص بنانے کی کوشش کریں۔

* کیا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور شعائر میں "ریا" کرنا جائز ہے؟

(آیۃ اللہ مکارم شیرازی دام عزہ) :

"ریا" کرنا ہر عبادت میں حرام ہے مگر عزاداری امام حسین علیہ السلام میں تظاہر (دکھاوا) کرنا اور دین کے شعائر کی تعظیم کرنا قصد قربت کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے مثلاً: قربۃً الی اللہ کی نیت کے ساتھ سب کے سامنے کسی کو صدقہ دینا اس نیت کے ساتھ کہ دوسروں کو اس کام میں شوق دلائے (جیسے قرآن میں بھی آیا ہے) یہ کام مستحب ہے۔

* کیا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری واجب ہے؟ اگر کوئی عزاداری کی مجالس وغیرہ میں

شرکت نہ کرے تو کیا اس نے گناہ کا کام کیا ہے؟

(آیۃ اللہ جواد تبریزی ؒ) :

امام حسین ؑ کی عزاداری کرنا شعائر اللہ کی تعظیم کرنا ہے اور ان مجالس میں شرکت نہ کرنا اگر بے اعتنائی اور اہل بیت ؑ سے اعراض (منہ موڑنے) کے عنوان و نیت سے ہو تو جائز نہیں۔[2]

ب: علماو مراجع مذہب تشیع اور امام حسین ؑ کی عزاداری :

۱۔ امام حسین ؑ کا ذکر کرنے والوں کے لئے بہشت کا ایک مخصوص دروازہ:

آیۃ اللہ سید عبد الہادی شیرازی ؒ سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک رات میں نے قیامت کے صحرا کو دیکھا جس میں مراجع عظام ایک طویل صف میں کھڑے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق ؑ ان سے حساب کتاب لے رہے ہیں اور ان کو جنت میں جانے کی اجازت دے رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میں بالکل صف کے آخر میں ہوں اور جب تک میری باری آئے گی بہت دیر ہو جائے گی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک دوسری صف بھی مجھے نظر آئی جو جنت کے

---

[2] یہ سارے استفتاءات حرم مطہر ثامن الائمہ حضرت امام رضا ؑ کی سایٹ (www.epaqr.ir) سے لئے گئے ہیں۔

ایک دروازے کے سامنے تھی جس پر لکھا تھا "باب الحسینؑ" اس صف میں جو لوگ تھے جلدی جلدی حساب و کتاب سے فارغ ہو کر اس دروازے سے جنت میں جارہے تھے، میں بھی اسی دروازے کی طرف جانے لگا جب دروازے پر پہنچا تو دربان نے مجھے روک کر کہا کہ آپ اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکتے کیوں کہ یہ فقط امام حسین علیہ السلام کے ذاکرین اور اہل منبر کے لئے مخصوص ہے اور آپ "منبری" نہیں۔ مرحوم آیۃ اللہ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جیسے ہی خواب سے بیدار ہوا میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ میں ہر جمعرات کو اپنے بچوں کے درمیان (گھر) میں امام حسین علیہ السلام کی مجلس پڑھوں گا۔

شعر:

میرے گھر میں ایک چھوٹا سا عزاء خانہ بھی ہے
کر رہا ہوں خلد کا دیدار اٹھتے بیٹھتے

۲۔ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں بے تاب ہو جانا:

مرحوم شیخ دربندی ایک بزرگ عالم دین گزرے ہیں جو فقیہ بھی تھے اور عارف بھی اور شریف العلماء کے شاگرد تھے انہوں نے ۱۲۸۶ ہجری قمری میں تہران میں وفات پائی، اور ان کے جسدِ خاکی کو کربلا لے جاکر امام حسین علیہ السلام کے جوار میں دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ وہ امام حسین ؑ کی عزاداری میں اتنے بے تاب و بے اختیار ہو جاتے تھے کہ منبر پر رو رو کر غش کھاجاتے تھے اور ہر مجلس میں اپنے عمامہ کو زمین پر پٹخ کر اپنے گریبان کو پھاڑ دیتے تھے۔

کہتے ہیں کہ وہ عاشورا کے دن عام لباس اتار کر احرام پہن لیتے تھے اور سر میں خاک ڈال کر منبر پر مجلس پڑھنے جاتے تھے۔

۳۔ علامہ عباس چاوش امام حسین ؑ کے حرم میں:

خطیب بے بدیل حجۃ الاسلام مرحوم شیخ احمد کافی خراسانی ؒ نقل کرتے ہیں کہ:
آیۃ اللہ مرحوم الحاج شیخ مہدی مازندرانی ؒ کربلا میں ۵۰ سال تک حرم امام حسین ؑ کے خطیب تھے انہوں نے کافی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے معالی السبطین، شجرۃ الطوبٰی، آثار الحسین ؑ وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

وہ اپنی کتاب آثار الحسین ؑ میں لکھتے ہیں کہ: مازندران میں ایک عالم دین ملا عباس چاوش کے نام سے رہتے تھے وہ ہر سال ایک عَلَم اٹھا کر قافلہ لے کر کربلا کی طرف پیدل سفر کرتے تھے۔ ایک سال کچھ مشکلات کی وجہ سے انھوں نے ارادہ کیا کہ اس سال وہ کربلا نہیں جائیں گے، گاؤں کے ۳۲ جوان ان کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں علامہ صاحب چلیں کربلا چلیں، وہ کہتے ہیں: میں ایک مشکل کی وجہ سے اس سال نہیں جاسکتا آپ چلے جائیں، وہ جوان سب مل کر ان کی

مشکل کو بر طرف کرتے ہیں اس کے بعد علامہ پھر عَلم اٹھا کر قافلے لے کر کربلا کی طرف سفر شروع کرتے ہیں، جب کربلا کے قریب پہنچتے ہیں تو ایک جگہ پر رات ہو جانے کی وجہ سے رک جاتے ہیں۔

مّلا عباس چاوش جوانوں سے پوچھتے ہیں آج کون سا دن ہے ؟ تو ایک جوان کہتا ہے آج جمعرات ہے، کہتے ہیں دوستو! وہ جو سامنے چراغ نظر آ رہے ہیں وہ امام حسین علیہ السلام کے حرم کے گنبدوں کی روشنی ہے بس تھوڑا فاصلہ رہ گیا ہے آج جمعرات ہے چلیں آگے چلتے ہیں بس ایک منزل ہی رہ گئی ہے کہیں آج کی رات کے فیض سے محروم نہ ہو جائیں !

سب نے ان کی بات کو قبول کیا اور کربلا پہنچ گئے ایک مسافر خانہ میں قیام کیا سامان رکھا اور حرم کی طرف چل پڑے، زیارت کی زیارت کے بعد نوجوانوں نے کہا قبلہ آپ آج ہمارے لئے ایک نوحہ پڑھیں۔ علامہ نے کہا ٹھیک ہے چلیں امام حسین علیہ السلام بالا سر کی طرف وہاں جو نوحہ میری ڈائری سے نکلا وہی پڑھوں گا۔ وہ کہتے ہیں : میں نے استخارے کی طرح اپنی ڈائری کھولی تو جناب علی اکبر علیہ السلام کا نوحہ نکل آیا میں نے وہی نوحہ پڑھا نوجوان ماتم کر کے اور رو رو کے بے حال ہو چکے تھے اس کے بعد سب مسافر خانے واپس آئے اور تھکاوٹ کی وجہ سے جلدی نیند آ گئی۔

ملّا عباس کہتا ہے: میں نیند کی حالت میں دیکھتا ہوں کہ کوئی میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے میں (خواب میں ہی) اٹھا اور دروازہ کھولا دیکھا تو ایک حبشی غلام ہے اس نے مجھے سلام کیا اور کہا: ملّا عباس چاوش آپ ہیں؟ میں نے کہا: جی میں ہی ہوں اس نے کہا: آقا نے فرمایا ہے کہ قافلے والوں کو کہو کہ تیار ہو کر بیٹھیں ہم آپ سے ملنے آرہے ہیں۔ میں نے کہا: آقا کون ہیں؟ غلام نے کہا: جس کی محبت و عشق میں اتنا سفر کرکے آتے ہو وہ میرے آقا ہیں۔ میں نے کہا: کیا تم امام حسینؑ کے بارے میں کہہ رہے ہو؟! غلام نے کہا ہاں!
میں نے کہا: مولاؑ کہاں ہیں ہم ان کے قدم چومنے آپ کے ساتھ چلتے ہیں وہ کیوں اتنی زحمت کر کے خود آ رہے ہیں۔
غلام نے کہا: نہیں آقا کا حکم ہے وہ خود آنا چاہ رہے ہیں!
عباس چاوش کہتا ہے: میں خواب میں ہی سب جوانوں کے پاس گیا اور ان کو اٹھایا اور ماجرا سے آگاہ کیا۔
کہتا ہے: ابھی کچھ دیر ہی نہیں گزری تھی کہ مسافر خانہ کا دروازہ کھل گیا اور ایسے محسوس ہوا جیسے سورج اندر آگیا ہو اچانک تیز روشنی پھیل گئی، ایک شخصیت کو میں نے دیکھا تو سب کو ادب سے کھڑا ہونے کا حکم دیا تو امام حسینؑ نے فرمایا: تم سب کو حسینؑ کی جان کا واسطہ بیٹھ جاؤ!

اس کے بعد امام حسینؑ نے ہم سب سے باری باری خیریت دریافت کی اس کے بعد مجھے دیکھ کر فرمایا: عباس! میں نے کہا: نوکر حاضر ہے: امامؑ نے فرمایا: تمھیں پتا ہے آج میں کیوں تمہارے پاس آیا ہوں؟! میں نے کہا: نہیں مولاؑ، امامؑ نے فرمایا: مجھے تم سے تین ۳ کام تھے۔

ایک تو یہ کہ میں اپنے ہر زائر کی زیارت کو آتا ہوں۔

دوسرا یہ ہے کہ جب تم مازندران میں ہوتے ہو اور جمعرات کو مجلس کرتے ہو، حاضرین میں ایک بوڑھا شخص ہے جو دروازے کے پاس بیٹھا ہے اور آنے والوں کی جوتیاں صحیح کر کے رکھتا ہے اس کو میرا سلام کہنا!

تیسرا کام یہ ہے کہ اگر پھر کبھی میرے حرم میں جمعرات کو آنا ہو اور مجلس ماتم کا ارادہ ہو تو کبھی بھی میرے بیٹے علی اکبرؑ کا نوحہ نہ پڑھنا!!

میں نے کہا: مولا کس وجہ سے نا پڑھوں؟ کیا میں نے غلط نوحہ پڑھا ہے؟!

امامؑ نے فرمایا: نہیں غلط نہیں پڑھا اس کی وجہ یہ ہے کہ کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ جمعرات کو میری ماں فاطمۃ الزہراؑ میرے پاس آتی ہیں!!

۴۔ منکر و نکیر کا گریہ کرنا:

مشھد مقدس کے عظیم عارف و آیۃ اللہ مرحوم حسن علی اصفہانی نخودکی (جو صحن عتیق یعنی صحن انقلاب میں سونے والی سبیل کے سامنے دفن ہیں اور میرے استاد آیۃ اللہ سید حجت ہاشمی خراسانی دام عزہ کے نانا تھے) جب ۱۷ شعبان ۱۳۶۱ ہجری قمری میں مشھد میں انتقال فرما گئے تو ایک مومن نے خواب میں ان کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا تو انہوں نے فرمایا: جب مجھے قبر میں لٹایا گیا تو دو[۲] فرشتے منکر و نکیر میرے پاس آئے اور مجھ سے سوال کرنا شروع کردیئے توحید و نبوت کے بارے میں سوال کیئے میں نے جواب دیا اس کے بعد جب امامت کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اماموں کے نام لینا شروع کیے امیر المومنین علی علیہ السلام کا نام لیا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا نام لیا جب میں نے امام حسین علیہ السلام کا نام لیا تو مجھے ان کے مصائب یاد آئے اور اچانک میں رونے لگا تو منکر و نکیر بھی رونے لگے اس کے بعد ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے کہ:

اس کو آزاد کردو یہ جانے اور امام حسین علیہ السلام جانیں مزید سوالات کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ چلے گئے۔ اب تم دیکھ رہے ہو کہ میری منزلت بڑھ گئی ہے اور میں ایک اچھے مقام پر ہوں

چون در لحد م منکیر و نکیر دیدند * یک یک همه اعضای مرا بوئیدند
دیدند ز من بوی حسین می آید * از آمدن خویش خجل گردیدند

(جب قبر میں منکر و نکیر آئے تو انہوں نے میرے بدن کو سونگھا اور جب انہیں میرے بدن سے حسینؑ کی خوشبو آئی تو اپنے آنے سے شرمندہ ہوگئے)

۵۔ روحوں کا قبرستان میں عزاداری کرنا:

مرحوم آیۃ اللہ شیخ محمد تقی آملیؒ فرماتے ہیں: تقریبا میری عمر چالیس ۴۰ سال تھی ایک دن میں قم المقدس زیارت کرنے گیا، عاشورہ کے دن حضرت معصومہؑ کے حرم میں عزاداری جاری تھی، مجالس و ماتم داری ہو رہی تھی میں کافی دیر تک روتا رہا اس کے بعد میں قبرستان شیخین (حرم معصومہؑ کے قریب قبرستان) میں گیا، زیارت اہل القبور (اَلسَّلامُ عَلٰی اَہلِ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ...) کو پڑھا ابھی زیارت سے فارغ ہی ہوا تھا تو دیکھتا ہوں (مکاشفہ کی حالت میں) کہ قبرستان کی تمام ارواح اپنی اپنی قبروں پر بیٹھی ہیں اور وعلیکم السلام کہہ کر جواب دے رہی ہیں اور میں نے سنا کہ وہ اے حسینؑ اے حسین جان کہہ کر عزاداری کر رہی تھیں۔

٦۔ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں سستی نہ کیا کرو :

مرحوم آیۃ اللہ علی قاضی طباطبائی رحمہ اللہ (جو عظیم عارف اور کئی بزرگان جیسے آیۃ اللہ تقی بہجت آیۃ اللہ محمد حسین طباطبائی رحمہما اللہ وغیرہ کے استاد تھے) اپنی وصیت میں اس طرح فرماتے ہیں :

عزاداری کے مستحبات اور زیارت امام حسین علیہ السلام میں سستی نہ کرنا اور ہر ہفتہ مجلس برپا کرنا چاہے دو تین آدمیوں پر ہی کیوں نہ مشتمل ہو، کیونکہ سید الشہداء کی مجلس و عزاداری کئی امور میں آسانی کا سبب بنتی ہے۔

اگر آدمی اپنی عمر کی ابتدا سے لے کر انتہا تک معصومین علیہم السلام کی خدمت میں امام حسین علیہ السلام کی تعزیت (مجلس کی صورت میں) پیش کرتا رہے یا ان کی زیارت کو انجام دیتا رہے پھر بھی ان بزرگواروں کا حق ادا نہیں ہو سکتا، اس لئے اگر ہفتے میں ایک دفعہ مجلس نہیں کروا سکتے تو محرم کے پہلے عشرے کو کبھی ترک نہ کرنا۔

٧۔ مجالس امام حسین علیہ السلام کے صدقے میں لوگ دین پر قائم ہیں :

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ گلپایگانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : یہ مجالس و عزاداری ہے جو انسان کو غافل ہونے نہیں دیتی اور ان ہی کی برکت سے لوگ دین سے آشنا ہوتے ہیں اور حقوق اللہ و حقوق الناس سے آگاہ ہوتے ہیں۔

۸۔ عزاداری کے لئے اپنی جائیداد وقف کردینا :

مرحوم آیۃ اللہ فاضل لنکرانی ؒ اپنی وصیت میں فرماتے ہیں : میں چاہتا ہوں میرا دفتر میرے بعد حسینیہ (امام بارگاہ) کے عنوان سے وقف ہو اور اس میں جمعرات ، محرم کا پہلا عشرہ اور ایام فاطمیہ ؑ کی مجالس برپا کی جائیں اور اگر کسی سبب جیسے زلزلہ یا سیلاب یا کسی بھی سبب وہاں مجالس برپا نہ کی جاسکیں تو انہیں کسی دوسری جگہ پر انجام دیا جائے۔

۹۔ مجالس میں شرکت کرنے کا ثواب :

علامہ امینی ؒ (صاحب کتاب الغدیر) کے فرزند کہتے ہیں میں نے جب اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا تو ان سے سوال کیا کہ آپ کا کونسا عمل سب سے زیادہ مقبول ہوا ؟ الغدیر کتاب یا آپ کی دوسری کتابیں یا امیرالمومنین علی ؑ کے نام پر جو آپ نے ایک انسٹیٹیوٹ بنایا تھا وہ ؟ علامہ امینی ؒ نے کچھ لمحہ تامل کے بعد فرمایا : فقط امام حسین ؑ کی زیارت !

علامہ کا فرزند کہتا ہے میں نے بابا کو کہا آپ کو پتا ہے کہ ایران و عراق کی جنگ چل رہی ہے اس وجہ سے کربلا کی زیارت سے ہم محروم ہیں راستہ بند ہے تو اب کیا کریں ؟

علامہ ؒ فرماتے ہیں : امام حسین ؑ کی عزاداری میں اور ان کی مجالس و محافل میں شرکت کرو تمہیں امام حسین ؑ کی زیارت کو ثواب ملے گا !۔

۱۰۔ گھر پر مجلس برپا کرنے کی فضیلت :

مرحوم آیۃ اللہ شیخ عبد اللہ مامقانی ؒ اپنی اولاد کو وصیت میں فرماتے ہیں : جب تک تم زندہ ہو اور خدا کا رزق کھا رہے ہو اس وقت تک گھر میں مجلس کرانے کو کبھی چھوڑ نہ دینا۔

۱۱۔ مجلس میں جانے کی اہمیت :

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج سید احمد خوانساری ؒ اپنی عمر مبارک کے آخری ایام میں اپنے بیٹوں سے فرماتے تھے : جب میں اس دنیا سے چلا جاؤں اور میرے دامنِ عمل میں کچھ نہ ہو فقط میرا مجالس امام حسین ؑ میں جانا ہی لکھا جائے تو یہی میرے لئے کافی ہے۔

۱۲۔ مجالس امام حسین ؑ میں منظم طور پر شرکت کرنا :

مرحوم آیۃ اللہ میرزا علی اکبر مرندی ؒ اپنی وصیت عمومی (تمام مومنین کے لئے) میں فرماتے ہیں : مجالس اہل بیت ؑ میں منظم اور مرتب طور پر شرکت کیا کریں اور تمام اہل بیت بالخصوص امام حسین ؑ پر عشق کے ساتھ گریہ کیا کریں

۱۳- نجات کا بہترین وسیلہ :

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ گلپایگانی اپنی اولاد کو تقویٰ اور اطاعت الٰہی اور عبادت خدا ، قرآن و عترت کے ساتھ تمسک اور امام زمان مہدی دوران عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ساتھ دلی رابطہ مضبوط کرنے کی وصیت کے بعد فرماتے ہیں : مخصوصا سید الشھداء اور تمام معصومین کی عزاداری کو پرانے انداز (ہر علاقے میں جس طرح مرسوم ہے جس کو سنتی کہا جاتا ہے) انجام دینے کی کوشش کیا کرو کیونکہ یہ نجات کا بہترین وسیلہ اور قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

۱۴- عزاداران اہل بیت کی معراج :

مرحوم آیۃ اللہ شیخ جعفر شوستری اپنی کتاب "خصائص الحسینیہ" میں لکھتے ہیں : امام حسین کی مجالس امام حسین کے روضہ مبارک کے گنبد کی طرح ہیں کہ جس کے نیچے دعا مستجاب ہوتی ہے ، امام حسین کی مجالس عزاداروں کے لئے مقام معراج ہے کیونکہ ان مجالس پر خداوند متعال کی خاص رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جس کے سبب انسان کے گناہ معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں...

۱۵۔ امت مسلمہ کی وحدت اور طاقت کا سبب :

آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ فرماتے ہیں : ہماری جیت کا سبب ہمارا اتحاد و وحدت کلمہ تھا اور یہ اتحاد ان مجالس عزاداری اور محافل کے صدقے میں ہے ، یہ ہمارے امام مظلوم کی مجالس کا ہی وسیلہ ہے جس کے سبب بغیر کسی بڑی زحمت کے پوری امت ایک جگہ پر جمع ہے۔

۱۶۔ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھیں :

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا جواد ملکی تبریزیؒ مصائب اہل بیتؑ میں بہت گریہ فرماتے تھے اور تمام عزاداری کے دنوں میں اور ہر جمعرات کو اپنے گھر پر مجلس کرواتے تھے اور ان کی آنکھیں ہمیشہ اشکبار رہتی تھیں۔

۱۷۔ عاشورہ کے دن عزاداری کی ایک رسم سے شفا حاصل کرنا :

(ایران میں رسم ہے کہ عاشورہ کے دن لوگ مٹی میں تھوڑا پانی ملا کر اس کو سر اور منہ پر ملتے ہیں)

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ حسین بروجردیؒ فرماتے ہیں : جب میں بروجرد میں تھا تو میری آنکھوں کا نور کم ہوگیا تھا اور بہت شدید درد رہتا تھا ، عاشورہ کے دن جب ماتمی دستے سڑکوں پر آئے تو میں نے آگے بڑھ کر عزاداری کے جلوس میں شامل ایک بچے کے سر پر لگی ہوئی مٹی جو وہاں عزاداری میں رسم کے طور پر

لگائی جاتی تھی، سے کچھ مقدار لے کر اپنی آنکھوں پر لگائی تو فورا میری آنکھوں کا درد بھی ختم ہوگیا اور میری بینائی بھی واپس آگئی۔

۱۸۔ عَلم شفاعت کرے گا!:

مرحوم آیۃ اللہ سید محمد حسین طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیرِ المیزان، مجالس میں ایک عام فرد کی طرح شرکت کرتے تھے اور مجالس کے لئے ان کا اتنا عقیدہ تھا کہ فرماتے تھے: یہ جو سیاہ رنگ کے علم و کپڑے امام بارگاہ میں موجود ہیں یہ بھی ہماری شفاعت کریں گے۔

موصوف رحمۃ اللہ علیہ عزاداری میں اتنی شدت کے ساتھ گریہ کرتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوں موتیوں کی مالا کی طرح نظر آتے تھے۔

معظم لہ فرماتے تھے: کوئی بھی معنویت و عرفان میں کسی منزل پر نہیں پہنچا مگر اس لئے کہ وہ حرم امام حسین علیہ السلام سے فیض یاب ہوا یا ان کی مجالس و عزاداری سے۔

۱۹۔ مجلس میں زمین پر بیٹھ جاتے تھے:

مرحوم آیۃ اللہ سید مرتضیٰ نجومی، علامہ امینی رحمۃ اللہ علیہما (صاحب کتاب الغدیر) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: علامہؒ عاشورہ کے دن پا برہنہ ہو کر مجالس میں شرکت کرتے تھے اور نجف اشرف میں موجود امام بارگاہ میں وہ جب آتے تھے تو کارپٹ

یا بچھی ہوئی کسی اور چیز کو ہٹا کر زمین پر بیٹھ جاتے تھے اور عجیب انداز میں گریہ کرتے تھے۔

۲۰۔کامیابی کا راز :

مرحوم آیۃ اللہ مجتہدی تہرانی ؒ کہ جن کو حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفی ؒ نے حوزہ علمیہ میں اخلاق کے دروس دینے کے لئے مقرر کیا تھا اور ان کے بارے میں فرماتے تھے : جا کر آیۃ اللہ مجتہدی کے کاموں کو دیکھو وہ جو کریں تمہیں اس سے موعظہ اور نصیحت مل جائے گی۔

مرحوم آیۃ اللہ مجتہدی ؒ اپنی کامیابی کے بارے میں فرماتے ہیں : میری کامیابی کا سب سے بڑا سبب درس و تدریس کے ساتھ مجالس و سینہ زنی میں شرکت کرنا اور ان کو برپا کرنا ہے ، میں جب سے اس میدان میں طالب علم کی حیثیت سے آیا تھا اپنے گھر پر ہر جمعرات کو مجلس و ماتم کرواتا تھا اور جب میں قم گیا تو وہاں بھی ای طرح کرتا تھا ، آج میرے پاس جو بھی کچھ ہے (معنویت) وہ سب کچھ ان مجالس و سینہ زنی کی وجہ سے ہے۔

۲۱۔ آیۃ اللہ وحید خراسانی دام عزہ کے عزاداری کے بارے میں بیانات :

آیۃ اللہ وحید خراسانی دام عزہ اپنے درس خارج میں فرماتے ہیں : وائے (حیف) ہو ان پر جو عزاداری کے شعائر میں خدشہ (اشکال) کرتے ہیں ، اے ایران کے لوگو

بیدار رہنا ! اور جان لو ایک چھوٹا سا جملہ بھی اگر شعائر حسینیہ کی اہمیت کم کرنے کے لئے بولا جائے تو وہ خاتم النبیین ﷺ کی کمر مبارک کو توڑنے کے مترادف ہے ، یہ عزاداری یہ سینہ زنی ، یہ سب اسی طرح انجام پاتی رہیں۔

عاشورہ کے دن نظر فقط کربلا میں ہو استاذ العلماو المجتھدین میرازی شیرازی دوم کہ جن کی شاگردی کرنے پر کئی مراجع افتخار کرتے ہیں اس منزلت پر فائز ایک مسلم مرجع عاشور کے دن سر برہنہ ، پا برہنہ جلوس میں رائج طریقے سے ماتم کرتا ہے یہ ہے فقیہ ، یہ ہے ملت کے لئے سند ، یہ ہے ملت کے لئے افتخار . . .۔

۲۲-آیۃ اللہ صافی گلپایگانی دام عزہ کا کلام :

" امام حسین علیہ السلام کی عزاداری خداوند متعال کی طرف سے محبان اہل بیت علیہم السلام کے لئے ایک بڑی نعمت ہے۔

عزاداری کے ساتھ ساتھ اس عاشورہ کے پیام کو بھی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ یہ حسین ابن علی علیہ السلام کا پیام ہے جو کافی مسائل کا حل ہے معصومین علیہم السلام کی عزاداری عبادت ہے اور خداوند متعال کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے ، ماتمی دستوں کے ساتھ تعلقات کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔

۲۳۔ آیۃ اللہ مہدی نراقی ؒ کا کلام :

مرحوم آیۃ اللہ مہدی نراقی ؒ صاحبِ جامع السعادات اپنی دوسری کتاب '' محرق القلوب '' جس میں انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے قیام کے ساتھ ساتھ امام علیہ السلام کے مصائب کا بھی ذکر کیا ہے اس میں فرماتے ہیں :
'' معصومین علیہم السلام کے محب و شیعہ جان لو حق بات یہی ہے کہ جو شخص ان ذوات مقدسہ کی عزاداری میں زیادہ سے زیادہ غم زدہ ہوتا ہے گریہ کرتا ہے اس کا سید الشہداء کے ساتھ اتنا ہی زیادہ تعلق بنتا جاتا ہے اور وہ شفاعت عظمیٰ کے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔

۲۴۔ آیۃ اللہ علامہ محمد تقی جعفری ؒ کا کلام :

''انسان نے اپنے مقدس ترین اشکوں کو امام حسین علیہ السلام کی راہ میں بہایا ہے ... انسانوں کو نجات دینے والی یہ کشتی کسی بادبان اور دریا کی محتاج نہیں یہ ان اشکوں پر چلتی ہے جو غم حسین علیہ السلام میں دل کے درد کے ساتھ بہتے ہیں اور دل و جان کی طہارت کرتے ہوئے انسان کو خداوند متعالٰ کے قریب کرتے ہیں۔''

۲۵-آیۃ اللہ العظمیٰ محمد تقی بہجت رحمہ اللہ کا کلام :

"اہل بیت علیہم السلام پر رونا و گریہ کرنا بالخصوص امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر رونا شاید ایک ایسا مستحب ہے جس سے بالاتر کوئی مستحب و افضل چیز موجود نہیں"۔

میرے خیال میں امام حسین علیہ السلام پر رونا نماز شب سے بھی افضل ہے کیونکہ نماز شب ایک قلبی عمل نہیں بلکہ کالقلب (قلبی جیسا) ہے جبکہ رونا و گریہ کرنا و اشک بہانا ایک قلبی عمل ہے حتیٰ کہ اس حد تک کہ رونا نماز شب کی وِتر کی نماز کی قبولیت کی علامت ہے۔

۲۶- گریہ کے آثار اور نتائج علامہ احمد طہرانی رحمہ اللہ کی زبانی :

مرحوم علامہ احمد طہرانی کربلائی امام حسین علیہ السلام پر اشک بہانے کے بارے میں فرماتے ہیں :

اگر یہ اشک و گریہ امام حسین علیہ السلام کے لئے خلوص دل سے ہو تو اس کے عجیب سے اثرات و نتائج ہیں :

اول : یہ گریہ و اشک امام حسین علیہ السلام سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کو بڑھاتا ہے اور دین نام ہی ہے حب و بغض کا (یعنی دین ان دو چیزوں سے ہی بنتا ہے محبت و نفرت سے حب للہ و بغض للہ)

دوسرا : یہ گریہ اور رونا انسان کو سخاوت کی منزلت پر لاتا ہے کیونکہ یہ خالصانہ رونا انسان میں احسان و ایثار کی صفت کو اجاگر کرتا ہے اور رونے والا خود آہستہ آہستہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے اندر یہ صفات ابھر رہی ہیں۔

تیسرا : یہ گریہ و یہ اشک ریزی انسان کو خالص بنا کر نورانی بناتی ہے اور اس توسل کے ذریعے سے انسان اولیاءُ اللہ کے قریب تر ہوتا جاتا ہے

چوتھا : انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہی کا نکتہ پڑ جاتا ہے اور یہ امام حسین علیہ السلام پر اشک ریزی اس سیاہی کو صاف کر دیتی ہے اور انسان کو توبہ کرنے کے قریب کر دیتی ہے

۲۷۔ مصائب سنتے ہی ان کی حالت غیر ہو جاتی تھی :

مرحوم آیۃ اللہ شیخ عبد الکریم حائری رحمۃ اللہ علیہ (موسس حوزہ علمیہ قم مقدس) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جب بھی مجالس امام حسین علیہ السلام میں آتے تھے تو مصائب کی شدت (وسط میں جیسے کچھ جملات کے بعد گریہ ہوتا ہے) کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ جیسے ہی مصائب میں امام حسین علیہ السلام کا نام آتا تھا ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی نکلنا شروع ہو جاتے تھے اور وسط مصائب میں کبھی کبھی بیہوش ہو جاتے تھے۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ الحاج شیخ محمد علی اراکیؒ اپنے استاد محترم یعنی آیۃ اللہ شیخ عبد الکریم حائریؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: ایک دفعہ عاشورہ کے دن میں ان کی خدمت میں موجود تھا میں نے دیکھا استاد بزرگوار اس شعر کو بار بار پڑھ کر بلند آواز میں گریہ کر رہے تھے

﴿تَبکِیکَ عَینِی لَا لِاَجَلِ مَثُوبَۃٍ * لٰکِنَّمَا عَینِی لِاَجلِکَ بَاکِیَۃٌ﴾

میری آنکھیں آپ پر ثواب کی وجہ سے نہیں رو رہیں بلکہ یہ تو صرف و صرف آپ کی وجہ سے رو رہی ہیں۔

۲۸۔ اشکوں کا سیلاب:

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردیؒ کے ساتھ رہنے والے بتاتے ہیں کہ معظم لہ کی امام حسینؑ کی ساتھ اتنی محبت تھی کہ ان کا نام سن کر ہی ان کی آنکھوں سے آنسوؤں نکلنا شروع ہوجاتے تھے اور اتنا گریہ فرماتے تھے کہ ان کے محاسن (ڈاڑھی) ان کے اشکوں سے تر ہوجاتے تھے

۲۹۔ کالا رومال:

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا جواد تبریزیؒ کے پاس دو رومال ہوا کرتے تھے جن کو وہ ایام عزا یا مجالس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور مصائب میں انہی کے

ساتھ اپنے آنسوؤں صاف کرتے تھے اور مجلس کے بعد ان کو ایک خاص جگہ پر محفوظ کر کے رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ان رومالوں کو میرے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

۳۰۔ یہ رومال میرے سینے پر رکھ دینا:

حضرت آیۃ اللہ العظمی السید شہاب الدین المرعشی النجفی ؒ کی وصیت میں لکھا ہے کہ: میں تم لوگوں کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ تھیلی جس میں میں نے ائمہ طاہرین اور انکی اولاد طاہرہ و انکے اصحاب اور بزرگوں کی قبروں و مراقد کی خاک جمع کی ہے اسے تبرک کے طور پر میرے ساتھ دفن کر دینا اور اس میں سے تھوڑی سے خاک میرے چہرے اور ٹھوڑی پر مل دینا میں تم لوگوں کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ لباس جسے میں ماہ محرم اور صفر میں پہنتا تھا میرے ساتھ دفن کر دینا، میں تم لوگوں کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ مصلی جس پر میں نے ستر سال ۷۰ نماز شب پڑھی ہے میرے ساتھ دفن کر دینا میں تم لوگوں کو سفارش کرتا ہوں کہ تربت امام حسین علیہ السلام کی وہ تسبیح جس سے میں نے مدتوں سحر کے اوقات میں اس کے عدد کے مطابق استغفار پڑھا ہے میرے ساتھ دفن کر دینا میں تم لوگوں کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ رومال جس سے میں اپنے مظلوم جد

کے غم میں بہائے ہوئے آنسو صاف کرتا تھا اسے میرے سینے پر رکھ کر دفن کر دینا۔

۳۱۔ مجلس امام حسین علیہ السلام میں خدمت کرنا:

مرحوم آیۃ اللہ سید عبد الکریم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: میں جو کام بھی امام حسین علیہ السلام کے لئے انجام دوں وہ کم ہے!

مرحوم آیۃ اللہ سید علی قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: میرے لئے ضروری ہے کہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے کام کروں چاہے میں عالم ہوں!

مرحوم آیۃ اللہ احمد آقا تہرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: کوشش کیا کرو کہ تم ہمیشہ نجات کی کشتی (امام حسین علیہ السلام) کے ساتھ وابستہ رہو، ہمیشہ امام حسین علیہ السلام کے کاموں میں کسی نہ کسی طرح مشغول رہیں مثلا مجلس میں عزاداروں کی مدد کرنا، سینہ زنی کرنا، عزاداروں کی جوتیوں کو صحیح کرکے رکھنا و ... تاکہ ان کاموں کے ذریعے سے امام حسین علیہ السلام وہاں آپ کی دستگیری فرمائیں ورنہ وہاں حساب و کتاب بہت ہی سخت ہے!

۳۲۔ عزاداروں کی جوتیوں کو صاف کرنا :

آیۃ اللہ سید علی قاضی رحمہ اللہ مجلس کے آخر میں جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں وہاں بیٹھتے تھے ، کبھی کبھی جب ان کو محسوس ہوتا تھا کہ وہاں بھی کسی عزادار کو بیٹھنے میں تکلیف ہے تو وہ زمین پر بیٹھ جاتے تھے تاکہ وہ آرام سے بیٹھ سکے اور اپنے ساتھ کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی چٹائی بھی کسی عزادار کو دے دیتے تھے ، مجلس خلوص و توجہ کے ساتھ سنتے تھے اور جب مجلس ختم ہوجاتی تھی تو اٹھ کر عزاداروں کی جوتیوں کو اپنی عبا کے ساتھ صاف کر کے سیدھا کر کے رکھتے تھے۔

مرحوم رحمہ اللہ فرماتے تھے : میں مجلسِ عزا میں عزاداروں کی جوتیوں کو صاف کرکے مجلس میں آئے ہوئے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں کس نیت کے ساتھ ان کو صاف کر رہا ہوں. جب ان کو کوئی کہتا تھا کہ قبلہ آپ آیۃ اللہ ہیں کسی عام شخص کی جوتیوں کو عبا سے صاف کر کے رکھنا آپ جیسے اہل علم حضرات کے لئے ٹھیک نہیں ، تو جواب میں مرحوم رحمہ اللہ فرماتے تھے : میں جو کچھ بھی ہوں وہی ہوں ، امام حسین علیہ السلام جانتے ہیں کہ میں یہ کام انہی کی وجہ سے انجام دیتا ہوں !۔

۳۳۔ ایک اور نمونہ :

آیۃ اللہ محمد تقی بہجت رحمہ اللہ فرماتے تھے : مرحوم آیۃ اللہ محمد حسین اصفہانی رحمہ اللہ کا روزانہ کی عبادات سے ہٹ کر ہر روز زیارت عاشورہ اور نماز جعفر طیار علیہ السلام بھی پڑھتے تھے اور ہر جمعرات کو جیسا کہ علما نجف میں یہ معمول تھا کہ وہ مجلس عزا کا انعقاد کرتے تھے تاکہ اہل بیت علیہم السلام سے توسل کے ساتھ بزرگان و طلاب آپس میں مل جل بھی سکیں ، وہ ان پروگراموں میں سب کے لئے چائے پیش کرتے تھے اور حاضرین کی جوتیوں کو سیدھا کر کے رکھتے تھے۔

۳۴۔ امام حسین علیہ السلام کی مجلس عام محفلوں اور جلسوں کی طرح نہیں

حجۃ الاسلام آقای یثربی جو قم کے معروف خطیب ہیں نقل کرتے ہیں : جب آیۃ اللہ العظمیٰ گلپایگانی رحمہ اللہ ہسپتال میں ایڈمٹ تھے تو مجھے حکم دیا گیا کہ میں ان کے کمرے میں جاکر حدیث کساء کے ساتھ کچھ ذکر مصیبت پڑھوں، جب میں کمرے میں آیا اور مجلس پڑھنے کا ارادہ کیا تو مرحوم آیۃ اللہ گلپایگانی رحمہ اللہ نے فرمایا کچھ دیر صبر کریں اور اس کے بعد وہ بستر پر بیٹھ گئے اور اپنا عمامہ اور عبا قبا منگوائی اور اسے پہنا اور فرمایا : امام حسین علیہ السلام کی مجلس دوسری مجلسوں اور جلسوں سے مختلف ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ احترام کے ساتھ اچھا لباس پہن کر بیٹھے۔

۳۵۔ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں خرچ کرنے کا ثواب :

مرحوم آیۃ اللہ شبستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : پیامبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ ﴿اَلا وَ مَن اَنفَقَ دِرهَماً عَلیٰ عَزَائِه اَو زِيارَتِه تَاَجَرَتِ المَلائِكَةُ يَومَ القِيامَةِ فَيَاتِيه بِكُلِّ دِرهَمٍ سَبعُونَ حَسَنَةً وَيبنيٰ اللّٰهُ له قصراً في الجَنَّةِ﴾

جو شخص امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں یا ان کی زیارت کرنے (یا کرانے) کے لئے ایک درہم بھی خرچ کرے تو خداوند کریم قیامت کے دن ملائکہ کو اس کے لئے اجیر فرماتا ہے کہ اس کو ہر درہم کے بدلے ستر ۷۰ نیکیاں عنایت فرماتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتا ہے ...

۳۶۔ امام حسین علیہ السلام کے لئے اٹھائے جانے والے ہر قدم کا نتیجہ :

آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی کے استاد آیۃ اللہ سید محمد باقر درچہ ای رحمہ اللہ کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ مرحوم نے ایک سفید پیراہن پہنا ہوا ہے اور ساتھ میں عرق گلاب چھڑکنے والی مشین بھی ہے وہ فرمارہے تھے کہ : میں نے دنیا میں جو قدم بھی امام حسین علیہ السلام کے لئے اٹھایا تھا یہاں (برزخ میں) اس ایک ایک قدم کی مجھے جزادی جارہی ہے اور اسی طرح فرمایا : اگر دنیا و

آخرت میں امام حسین علیہ السلام کے زیر سایہ رہنا چاہتے تو اپنی حیثیت کے مطابق ان کی راہ میں خرچ کرو۔

۳۷۔ مجالس و محافل کے لئے قرض لینا:

مرحوم آیۃ اللہ العظمیٰ بہاء الدینی رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت علیہم السلام کی ساتھ اتنی وابستگی تھی کہ وہ ان بزرگواروں کی مجالس و محافل کے لئے کبھی کبھی قرضہ لے کر بھی ان کو انجام دیتے تھے!۔

۳۸۔ جلوس عزاداری اور مرحوم آیۃ اللہ میرزا قمی رحمۃ اللہ علیہ:

علم اصول کے ستون اور اپنے دور کے مرجع کبیر آیۃ اللہ میرزا قمی رحمۃ اللہ علیہ پورا سال عزاداری کے مخصوص ایام میں اپنی رہائش گاہ پر مجالس برپا کرتے تھے اور عاشورہ کے دن مجلس کے بعد ماتمی جلوس کے آگے آگے سر پر خاک ملے ننگے پیر بی بی حضرت معصومہ قم علیہا السلام کے حرم میں تشریف لاتے تھے۔

۳۹۔ جلوس عزا و ماتم داری:

مرحوم آیۃ اللہ شیخ عبد الکریم حائری رحمۃ اللہ علیہ جب ایران کے شہر اراک میں درس دیتے تھے وہاں مدرسہ علمیہ آقا ضیا میں محرم کے دنوں میں مجالس برگزار کرتے تھے عاشورہ کے دن مجلس کے بعد سب علما و طلاب جلوس کی صورت میں آیۃ اللہ

مرحوم حائری ؒ کی سربراہی میں پا برہنہ و عمامے کو تحت الحنک کرکے ، سینہ زنی کرتے ہوئے مدرسہ سپہدار تک جاتے تھے۔

جب مرحوم حائری رح اراک سے قم ہجرت کرکے گئے تو وہاں مرحوم آیۃ اللہ الحاج شیخ مہدی حکمی ؒ کے احترام میں ان کی برگزار کی گئی مجالس میں شرکت کرتے تھے ، یہ مجالس مدرسہ رضویہ میں برپا ہوتی تھیں اور عاشورہ کے دن سب مراجع و طلاب و علما پا برہنہ ہوکر عمامے کو تحت الحنک کرکے سر و صورت پر خاک کو مل کر سینہ زنی و نوحہ خوانی کرتے ہوئے حضرت معصومہ قم ؑ کے حرم میں جاتے تھے اور صحن عتیق میں اتنی شدت کے ساتھ نوحہ و سینہ زنی کرتے تھے کہ بعض غش کھا کر گر جاتے تھے ، اس جلوس میں ۱۴۰ کے قریب مراجع و مجتہدین شرکت فرماتے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں طلاب شامل ہوکر اہل بیت ؑ کے غم میں تسلیت عرض کرتے تھے اور پوری دنیا کے لئے وہ نمونہ عمل پیش کرتے تھے۔

۴۰۔ دنیا سے آخری توشہ کیا تھا؟:

مرحوم آیۃ اللہ سید محمد کوہ کمرہ ای معروف بہ آیۃ اللہ حجت ؒ ایک عظیم مرجع تقلید گزرے ہیں اور اخلاص و تواضع و سادہ زیستی میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب وہ حالت احتضار کے قریب آئے تو وہاں موجود لوگوں کو مخاطب کرکے کہا :

جاؤ میرے لئے خاک شفا لے کر آؤ خاک شفا لائی جاتی ہے مرحوم اس کو پانی کے ساتھ ملا کر جب اپنے لبوں کے قریب کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: ﴿آخِرُ زَادِی مِنَ الدُّنیا تُربَةُ الحُسَین علیہ السلام﴾ میرا دنیا سے آخری توشہ و زادِ راہ حسین علیہ السلام کی تربت ہے، اس کے بعد وہ پانی پیتے ہیں اور رو بہ قبلہ ہو کر لیٹ کر شہادتین زبان پر جاری کرتے ہیں۔

۴۱۔ میرا سلام ہو آپ پر یا ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام:

آیۃ اللہ العظمٰی الحاج سید احمد خوانساری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بابرکت زندگی کے آخری ایام میں جب ان کی رحلت سے پہلے ان کے جسم میں درد نے شدت اختیار کی اور خصوصاً کمر میں اتنا درد تھا کہ وفات سے ایک مہینہ پہلے وہ بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے وہ فرماتے تھے: میں دنیا سے جانے والا ہوں اور میرے ہاتھ خالی ہیں مگر مجھے اپنے جد مظلوم امام حسین علیہ السلام کی شفاعت سے بہت زیادہ امید ہے۔ رحلت سے کچھ دیر پہلے ان کے گھر والے نقل کرتے ہیں کہ وہ اچانک کھڑے ہو جاتے ہیں (جبکہ وہ کمر کے درد کی وجہ سے بیٹھ بھی نہیں پاتے تھے) اور بلند آواز میں کہتے ہیں: ﴿اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یا اَبا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلامُ...﴾ اور دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

۴۲۔ ڈر و مت میں تمہارے پاس ہوں :

حجۃ الاسلام مرحوم سید محمد کوثری جو ایک معروف مداح علیہ السلام تھے ان کے فرزند نے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا وہ اپنے بیٹے کو فرما رہے تھے : جب میری روح قبض ہو رہی تھی تو امام حسین علیہ السلام میرے ساتھ کھڑے تھے اور مجھے دیکھ کر فرمایا: ڈر و مت میں تیرے پاس ہوں ! اور اب میں جہاں کہیں ہوتا ہوں میرے مولا میرے ساتھ ہوتے ہیں.

۴۳۔ کاش میں ذاکرِ امام حسین علیہ السلام ہوتا :

مرحوم آیۃ اللہ جواد تبریزی درس خارج دے رہے تھے ایک طالب علم نے سوال کیا مرحوم نے جواب دیا شاگرد نے پھر سوال کیا آقا نے جواب دیا شاگرد نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو آیۃ اللہ جواد تبریزی نے اس کو نرم لہجے میں کہا درس کو آگے بڑھاتے ہیں آپ درس کے بعد اپنے سارے سوالات پوچھئے گا تو طالب علم نے کہا معذرت چاہتا ہوں استاد آپ آیۃ اللہ ہیں استاد محترم ہیں آپ میرے سوالوں کا ابھی جواب دیں آپ ذاکر تو نہیں کہ بس پڑھتے جائیں اور کوئی آپ سے سوال نہ کرے !

اس وقت آیۃ اللہ جواد تبریزی کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمانے لگے : کاش میں ذاکر حسین علیہ السلام ہوتا اے کاش میں مولا کا مدح خواں ہوتا !...

۴۴۔ میرے جنازے پر امام حسین علیہ السلام کا وداع پڑھا جائے:

مرحوم آیۃ اللہ سید مرعشی نجفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی وصیت میں فرماتے ہیں: میں تمہیں اپنی میت کے پاس تین ۳ مقامات پر امام حسین علیہ السلام کے وداع کے مصائب پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں:

۱ — میرے جنازے کو حضرت معصومہ قم علیہا السلام کی قبر کے ساتھ رکھ کر میرے عمامے کو کھول کر ایک سرا میرے تابوت کے ساتھ اور ایک سرا حضرت معصومہ علیہا السلام کی ضریح مطہر کے ساتھ "دخیل" کے عنوان سے باندھ کر امام حسین علیہ السلام کا اپنے اہل علیہم السلام کے ساتھ وداع کا مصائب پڑھا جائے۔

۲ — بیٹا میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ جو امام بارگاہ میں نے بنوایا ہے اس میں بھی میرے عمامے کا ایک سرا منبر حسین علیہ السلام کے ساتھ باندھا جائے اور ایک سرا میرے تابوت کے ساتھ وہاں پر بھی وداع کا مصائب پڑھا جائے۔

۳ — جب میرا جسم قبر میں اتارا جائے تو وہاں بھی میرے جد مظلوم دادا وداع کے مصائب پڑھے جائیں۔[3]

---

[3] یہ سارے واقعات "معجزہ اشک" نامی کتاب، تالیف حمزہ کریم خانی، فصل ۳ صفحہ ۶۷، ناشر: عطر یاس قم ایران نوبت چاپ ۷، ۱۳۹۰ ہجری شمسی سے نقل کیے جا رہے ہیں

مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس کتاب کے علمی ارتقاء کے لئے اپنی اصلاحی تنقید اور مفید مشوروں سے نوازیں گے میں آپ کی آراء کا منتظر رہوں گا۔

آخر میں، میں ان تمام مومنین کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کو آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں علمی، روحانی، مالی مدد کی ہے خداوند متعال بحق الحسینؑ ان تمام کی شرعی حاجات قبول فرمائے اور ان کے مرحومین کو جوار الحسینؑ میں جگہ عنایت فرمائے

آمین

ملتمس دعا: سید پیر شاہ عرفان نقوی البخاری

irfansyed_khp@skype.com*irfansyedkhp@gmail.com

پہلی فصل: شعائر کی ماہیت و حقیقت

شعائر کی لغوی تعریف:

خلیل ابن احمد فراہیدی اپنی کتاب ''العین'' میں کہتا ہے: ﴿الشِّعارُ: یقال للرجل: اَنتَ الشِّعارُ دُونَ الدِّثار، تَصِفه بالقُربِ وَالمَوَدَّةِ، و أشعَرَ فلانٌ قلبِی همّاً، اَلبَسَه بالهمِّ حتیٰ جَعَلَهُ شِعاراً... و یُقال: لیتَ شِعرِی، ایْ عِلمی و یُقالُ: ما یُشعِرُک: و ما یُدرِیکَ -- و شَعَرتُه: عقلتُه و فهمتُه -- المَشعَرُ مَوضِعُ المَنسک مِن مَشاعِرِ الحَجِّ و کَذالِکَ: الشِّعارُ مِن شعائرالحجِّ -- و الشعیرةُ مِن شَعائِرِ الحَجِّ﴾ [1]

خلیل اپنی اس عبارت میں دو چیزوں کو شعیرہ کہہ رہا ہے

ایک: وہ جو کسی چیز کو بیان اور اس کا اظہار کرتی ہو جیسے کپڑوں کے نیچے پہنی جانے والی چیزوں مثلاً بنیان وغیرہ کو شعار کہا جاتا ہے۔

دوسری: وہ جو افہام و تفہیم رکھتی ہو البتہ یہ دونوں چیزیں (یعنی افہام و تفہیم) ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں۔

---

[1] کتاب العین، خلیل بن احمد فراہیدی: جلد ۱ صفحہ 251

اسکے بعد بیان کرتا ہے کہ ﴿والشعیرةُ البُدنِ ، و اَشعرتُ هذه البُدن۔۔ نُسكاً ۔ ۔ اي جعلتُها شعيرَه تُهدى و إشعارها اَن يُوجاَ سِنامها بسكّين فَيَسيل الدَمُ على جانبها فتُعرفُ اَنها بُدنةُ هدي ۔ ۔ وسببُ تسميةِ البُدنِ بالشعيرةِ اَو بالشعارِ ۔ اى تُعلّم۔ حتىٰ يُعلمَ انّها بُدنٌ للهَدي﴾[5]

یعنی حج قِران[6] کی قربانی کو شعیرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس قربانی پر ایک علامت و نشانی لگائی جاتی ہے کہ جس کے ذریعے سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ قربانی کا جانور ہے (اس قربانی کے جانور کو " شعیرہ " کہنے کی اصل وجہ اس پر علامت و نشانی کا لگایا جانا ہے)إشعار یعنی علامت لگانا تاکہ ہجس جگہ سے بھی یہ قربانی کا جانور گزرے سب سمجھ جائیں کہ یہ حج کی قربانی کا جانور ہے۔

جوہری اپنی لغت کی کتاب صحاح اللغۃ میں کہتا ہے
﴿والشعائرُ اعمال الحج و كلّ ما جُعل عَلَماً لطاعة الله تعالىٰ .

[5] كتاب العين ، خليل بن احمد فراهيدی : جلد 1 صفحه 251

[6] حج کی تین ۳ قسموں میں سے ایک ہے جس میں ضروری ہے کہ حاجی قربانی کا جانور جس کو عید کے دن قربان کرنا ہے اپنے شہر سے لے کر آئے ،اور اس جانور کے دوسرے جانوروں سے ممتاز ہونے کے لئے اس پر کوئی علامت لگا دی جاتی ہے (تاکہ معلوم ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے) مثلاً اس کے سر کو چاقو سے زخمی کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کا خون اس کے سر اور بدن پر ظاہر ہو جائے تاکہ یہ جانور جہاں سے گزرے سب سمجھ جائیں کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ (مترجم)

والمشاعر: مواضعُ المناسک، المشاعرالحواسّ، الشّعار ما ولی الجسدَ من الثیاب و شعار القومِ فی الحربِ: علامتُهم لیعرفَ بعضهم بعضاً، و اَشعر الرجلِ هماً اِذا لزق بمکان الشعارِ من الثیابِ فی الجسد۔ و اَشعرتُه فشعر، ایْ ادریتُه فدری﴾[7]

جوہری اپنی اس عبارت میں شعیرۃ و شعائر کو عَلَم و علامت کے معنی میں بیان کر رہا ہے جیسے لباس و کپڑے انسان کا معرِّف و پہچان ہوتے ہیں اور جیسے جنگ میں کسی قوم کا شعار و علامت ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہوتے ہیں اور جو چیز توحید پرستی اور خدا کی عبادت، شناخت اور پہچان ہو وہ دین کا شعار ہے جیسے حج کے اعمال جو کہ مسلمانوں کے لئے ایک علامت و اظہار کا نمونہ ہیں۔

فیروز آبادی اپنی کتاب القاموس میں کہتا ہے

﴿اَشعَرَہُ الاَمرَ ایْ اعلمه و اشعرھا: جعل لھا شعیرہ، و شعارُ الحجّ مناسکُه و علاماتُه و الشعیرۃُ الشعارۃُ المشعرُ مَوضِعُھا۔او شعائرہ: معالمه التی ندب الله الیھا و امر بالقیام بھا﴾[8]

فیروزآبادی بھی اپنی عبارت میں جوہری کی طرح شعائر کے معنی کا قِوام، علامت و اِعلام کے معنی میں بیان کر رہا ہے۔

---

[7] صحاح اللغة، جوھری: جلد 2 صفحه 699

[8] القاموس المحیط ۔ فیروزآبادی جلد 2 صفحه 60

ابن فارس اپنی کتاب مقائیس اللغۃ میں کہتا ہے

﴿والإشعار: الإعلام من طرق الحسّ... ومنه المشاعر: المعالم، واحدها مَشعرٌ، وهي المواضع التي قد أُشعرت بعلامات﴾ [9]

ابن فارس بھی شعائر کو اعلام اور اظہار حسّی کے معنی میں لے رہا ہے اور "مَشاعر" ان مقامات کو کہا جاتا ہے جو مشخّص علامتوں کے ذریعے سے دوسرے مقامات سے ممتاز و جدا ہوتے ہیں۔

اہل لغت کے کلام کا خلاصہ :

ہم یہاں پر اہل لغت کے اقوال کا خلاصہ پیش کرتے ہیں :

1) "شعیرہ" ایک علامت و سمبل (Symbol) کے معنی میں ہے جو کہ ایک محسوس چیز کو بیان کرتا ہے جو کسی مکتب یا مذہب یا کسی دوسری چیز سے وابستہ ہو۔

2) اس "شعیرہ" کا قِوام و وجود اس کے اعلام و اظہار میں ہی ہے یعنی جو چیز شعیرہ واقع ہو رہی ہے وہ اصل میں کسی دوسری چیز کی طرف یا کسی دوسری چیز کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔

3) یہ "شعیرہ" ایک محسوس علامت و نشانی کے ذریعے سے کسی خاص گروہ یا کسی خاص

[9] معجم مقاییس اللغة ، ابن فارس : جلد 3 صفحہ 191، 193

مکان یا کسی خاص زمان یا کسی مکتب یا مذہب کو اس جیسی دوسری چیزوں سے ممتاز و منفرد کرتا ہے۔

4) وہ " شعیرہ" اسی گروہ یا مکتب یا مذہب کی نظر میں خاص عظمت و حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

جیسا کہ عرض کر چکے ہیں کہ اس شعیرہ و شعائر میں جو اصلی رکن ہے وہ اسکا اظہار و اعلام کے پہلو کا حامل ہونا ہے، ہمیشہ عقلاء کسی چیز کو جب اپنے مکتب یا مذہب کے لئے " شعار" بناتے ہیں تو وہ درحقیقت اس چیز کو اس کے دائرے کار میں دوسرے لوگوں کے لئے اپنے مکتب و مذہب کے مضمون و مفہوم سے آشنا کراتے ہیں اور اس شعار کو اپنے لئے سمبل (Symbol) قرار دیتے ہیں۔

حتیٰ کہ عام زندگی میں دیکھیں ایک گروہ یا کوئی تجارتی کمپنی بھی اپنے لئے کچھ چیزوں کو شعار ونشان (emblem) قرار دیتی ہے تاکہ وہ چیزیں اس کمپنی یا گروپ کی معرّف و شناخت و علامت بن جائیں اور اسے دوسری کمپنیوں سے ممتاز کردیں۔ اور اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ " شعار" کلمات و حروف میں سے ہو یا کوئی تصویر ہو یا کوئی خاص عمل و فعل ہو بس نکتہ وہی ہے جو عرض کیا کہ وہ بیان کنندہ و اظہار کنندہ ہو کسی چیز اور ایک عقلائی مقصد کا۔ بنا برایں یہ " شعائر" انہی نقوش و تصاویر کی طرح ہیں جنکو " دوال" کہا جاتا ہے، یعنی

ایک دوسرے معنی کو بیان کرنے والے ہیں (جیسے ٹریفک کے سائن بورڈ پر موجود تصاویر کسی خاص معنی کو بیان کرتی ہے) اور اگر دین میں کسی چیز کو "شعائر" کہا گیا ہے تو وہ دین کی کے کسی خاص معنی کو بیان کرتی ہے اور جو چیز بھی کسی خاص دینی مطلب کو بیان کرتی ہو اور اس سے دینی مطلب کا اظہار ہوتا ہو تو وہ بھی "شعائر" میں سے ہوگی۔

مناسک اور شعائر میں فرق:

تکالیف شرعیہ و اَعمال و اَفعال شرعی کو مناسک کہا جاتا ہے، یہ اعمال دو قسم کے ہیں

اول: جو فقط اعمال و افعال شرعی ہیں جیسے نماز فرادیٰ اور کچھ دیگر عبادات کہ جو فقط ایک شرعی اعمال ہیں۔

دوم: کچھ اعمال و افعال شرعی علاوہ اسکے کہ واجب یا مستحب ہیں ان میں شعار ہونے کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے یعنی وہ افعالِ شرعی کسی اور دینی معنی اور دینی مطلب کو بھی بیان کرتے ہیں جیسے نماز جماعت کہ جو علاوہ اس کے کہ انسان کی تکلیف شرعی کو ساقط اور پورا کر دیتی ہے اس میں شعار ہونے کا پہلو بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نماز جماعت سے مسلمانوں کی عظمت و ہیبت اور نماز کی شوکت و جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔

بنا بر ایں ہر مناسک و اعمالِ دینی لازم نہیں کہ شعار دینی بھی ہوں بلکہ کچھ مناسک شعار ہیں تو کچھ فقط اعمال شرعی و تکالیف دینی۔

منطقی اعتبار سے دیکھا جائے تو شعار اور مناسک کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شعار اعمال دینی میں سے ہے چاہے واجب ہو یا مستحب ہو لیکن سب اعمال دینی و مناسک شرعی شعار نہیں ہیں بلکہ کچھ اعمال شعار ہیں، اور یہ حیثیت "شعاریت" انکے اصل وجوب یا مستحب ہونے کے علاوہ ہے یعنی اعمال و شعار دو چیزیں ہیں اور دو پہلو ہیں جیسے مناسک حج میں اکثر اعمال خود عمل ہونے کے ساتھ ساتھ شعار اسلام بھی ہیں اور یہ اعمالِ حج مسلمانوں کی عظمت وجلالت کو بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دوسرے انسانوں سے ممتاز بھی کرتے ہیں اسی وجہ سے ان اعمال حج و مناسک حج کو "شعار" بھی کہا جاتا ہے یہ واضح ہے کہ ان مناسک و افعال شرعیہ کے شعار ہونے کی حیثیت ان کی اصلی حالت کے علاوہ ایک حیثیت ہے۔

وجود تکوینی و وجود اعتباری:

تمام موجودات کا وجود دو قسموں پر ہے:

پہلی قسم: وجود تکوینی جیسے زمین، آسمان، انسان و حیوان، جمادات و نباتات مراد جو بھی مخلوق موجود ہے۔

دوسری قسم: وجود اعتباری جیسے اکثر معاملاتِ عقلائی مثلاً خرید و فروش، نکاح و طلاق وغیرہ یہ چیزیں وجود تکوینی نہیں رکھتیں بلکہ فقط اور فقط عقلاء نے اپنے درمیان ان کو فرض کیا ہے اور ان کو معتبر جانا ہے۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم یعنی " وجود تکوینی " عقلاء کے اعتبار وفرض کرنے پر موقوف نہیں یعنی دنیا میں کوئی عقل رکھنے والا ہو یا نہ ہو چاہے اس کا کوئی فرض کرے یا نہ کرے اس کا وجود ہے، لیکن قسم والا وجود فقط اس وقت لباس وجود میں آسکتا ہے جب کوئی ہو جو اسے فرض کرے اس کو دو چیزوں کے درمیاں ربط دے۔ جب بھی کوئی چیز عقلاء کے نزدیک معتبر ہو وہ اس کو اپنی زندگی میں فرض کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور شارع مقدس بھی اسی کو صحیح اور مورد عمل قرار دیتا ہے اور شارع مقدس بھی جیسے اس کا وجود عقلاء کے نزدیک جس انداز میں معتبر ہو اس میں کوئی تصرّف نہیں کرتا جیسے خداوند متعال فرماتا ہے کہ ﴿أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ﴾ [10] " خداوند متعال نے خرید وفروش کو حلال قرار دیا ہے " یعنی بیع جو عقلاءِ عالَم کے پاس معتبر ہے وہی حلال و صحیح ہے نہ کہ خداوند متعال نے وہ بیع حلال قرار دی ہے جس کے حدود و قیود شارع کے پاس ہیں کیونکہ یہ شرعی معاملہ اور خرید وفروش پہلے سے بنیادی طور پر حلال تھا اور بار دیگر اس کی حلّیت کو جعل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تحصیلِ حاصل ہو جائے گی۔ [11]

اس چھوٹے سے مقدمے کے بعد عرض کرتے ہیں کہ " شعائر " کی ماہیت اس کی علامت ہونے اور اظہار کرنے میں پوشیدہ ہے یعنی کسی خاص بات کو بیان کرنے کے لئے

---

[10] سورہ بقرہ آیت 275

[11] تحصیل حاصل یعنی جو چیز پہلے سے ہی موجود ہو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ عقلاً قبیح ہے

ایک حسی و محسوس علامت کا ہونا اور اس علامت و کسی خاص امر کو اظہار کرنے والی شیئ کے درمیان جو رابطہ و تعلق ہے وہ اعتباری ہے یعنی ان دونوں چیزوں (علامت و شعار ہونے اور جو چیز شعار قرار پا رہی ہے) کے درمیان جو ربط و تعلق ہے وہ انکا ذاتی و تکوینی نہیں بلکہ وضع و جعل کے ذریعے سے ہے یا چاہے ان دونوں کے درمیان کثرت اقتران (دونوں کے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہونے) کی وجہ سے عقلاء نے ایک ایسا ارتباط بنا لیا ہے کہ اس شے کو دیکھتے ہی اس کا خاص معنی ذہن میں آجاتا ہے اور عقلاء اس شے سے خاص علامت کو سمجھ لیتے ہیں۔

بنا بر ایں جیسا کہ عرض کر چکے ہیں کہ شعائر و شعیرہ اور انکا علامت ہونا وجود اعتباری میں سے ہے اور یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ شعار دوسری قسم یعنی اعتباری میں سے ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وصفِ شعار اور شعیرہ ہونا امر اعتباری ہے نہ کہ شے کی ذات امر اعتباری ہے یعنی ممکن ہے وہ چیز وجود تکوینی رکھتی ہو خارج و حقیقت میں موجود ہو اس سے انکار نہیں کہ وہ چیز موجود نہیں بلکہ جب تک اس چیز اور اس کے خاص معنی اور اس کے کسی چیز کے بارے میں علامت ہونے کا فرض و اعتبار نہ کیا جائے تب تک وہ چیز "شعار یا شعیرہ" نہیں بن سکتی۔

مثال: جب تک کسی ملک کا پرچم (Flag) اس ملک کے لئے اسکے قومی نشان کے عنوان سے فرض و اعتبار نہ کیا جائے تب تک وہ پرچم اس ملک کے لئے "شعار" قرار نہیں پا سکتا

اور اس ملک کا علامتی نشان نہیں بن سکتا اگرچہ وہ تکوینا و وجود کے اعتبار سے دنیا کے اندر موجود ہو۔

وضع وفرض کے ذریعے سے کسی چیز کا شعیرہ یا شعار بننا:

جیسے کہ پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ " شعیرہ " یا " شعار " دوال کی نوع میں سے ہے یعنی ایک چیز اگرچہ وجود رکھتی ہو مگر شعار ہونے کی حیثیت سے خاص معنی نہیں رکھتی اور اپنی طرف سے کسی معنی کا اظہار بھی نہیں کرتی اور جب وہ شعار یا شعیرہ بن جائے تو فقط اپنے مدلول کو ہی بیان کرتی ہے اور بس ۔ کسی چیز کے شعار و شعیرہ بننے میں جو حساس نکتہ ہے وہ اس کے خاص معنی پر دلالت کرنے میں ہے اور یہ دلالت کرنا تین طریقوں سے قابل تصوّر ہے یہ جو شعار ایک خاص معنی پر دلالت کر رہا ہے یہ دلالت یا عقلی ہے یا طبعی ہے یا وضعی۔

دلالت عقلی :

یعنی انسان اپنی عقل کے ذریعے سے کسی چیز (دال) کو دیکھ کر اسکے معنی (مدلول) تک پہنچ جاتا ہے یہ انتقال ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف ان دونوں چیزوں کے درمیاں ایک ذاتی ملازمہ و رابطہ کی وجہ سے ہوتا ہے مثلا: ہوا میں ایک پتھر کو دیکھ کر پتھر پھینکنے والے کے ہونے کی طرف ذہن کا جانا، یا کسی آواز کو سن کر بولنے والے کی طرف ذہن کا

جانا۔

دلالت طبعی :

یعنی انسان کی طبیعت کسی چیز کو دیکھ کر کسی دوسری چیز کو سمجھ جاتی ہے جیسے کسی کو اونگھتا دیکھ کر اس کے تھکے ہونے کو محسوس کرنا یا کسی کا چہرا سرخ ہو جانے پر اسکے شرمندہ ہو جانے کو محسوس کرنا یا کسی کے آہ بھرنے سے اسکے تکلیف و درد میں مبتلیٰ ہونے کو محسوس کرنا۔

دلالت وضعی :

یعنی دو چیزوں کے درمیان جو ملازمہ اور ارتباط و رابطہ ہے وہ صرف اور صرف کسی کے وضع و فرض و جعل کی وجہ سے ہے انسان کی عقل اور طبع و طبیعت اس دال و مدلول کے معنیٰ کو خود نہیں سمجھ سکتی جب تک اسکو اِس لفظ یا دالّ کی کسی خاص معنیٰ (مدلول) میں طے پائی جانے والی قرارداد کا علم نہ ہو جیسے کسی خاص لفظ کا کسی خاص معنیٰ پر دلالت کرنا مثلاً پانی کہنے سے ایک خاص معنیٰ کا ذہن میں آجانا، یا ٹریفک کی تصاویر سے خاص معنیٰ کا سمجھا جانا جب تک اسکے بارے میں انسان کو علم نہ ہو وہ اپنی عقل و طبعیت سے انکے بارے میں صحیح طور پر نہیں جان سکتا۔

شعائر میں اپنے مدلول پر دلالت کرنے کے لئے غالباً دلالت وضعی پائی جاتی ہے یعنی انسان اپنی عقل یا طبع کے ذریعے سے کسی شعائر کے اصلی معنیٰ و دلالت کو اس وقت تک

نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ اسکے اصل مقصد کو نہ سمجھ لے مثلاً: جنگ بدر میں مسلمانوں نے کفار کے مقابلے میں ﴿**یا منصور أمة**﴾ کے نعرے کو اپنا شعار بنایا تھا اور یہ جملہ خداوند متعال سے کفار کے مقابلے میں مدد طلب کرنے کے معنی میں ہے تو جب تک اس جملے کو خاص معنی میں اَخذ نہ کیا گیا تھا یہ جملہ مسلمانوں کے لئے نہ شعار تھا اور نہ ہی اسکا یہ معنی تھا جو اس سے جنگ بدر میں لیا گیا۔

اسی طرح کسی ملک و قوم یا کسی کمپنی یا کسی مذہب وآئین کی طرف سے جب تک کسی رسم کو یا کسی چیز کو اپنے لئے شعار قرار نہ دیا جائے اور اسکو کسی خاص معنی میں وضع و فرض نہ کیا جائے تو وہ چیز خود بہ خود کسی کے لئے شعار و علامت نہیں بن جاتی اور کسی خاص معنی یا کسی قوم یا کمپنی یا مذہب کی نشانی قرار نہیں پاتی اور نتیجے میں کوئی انسان اسکو اپنی عقل یا طبع کے ذریعے سے نہیں سمجھ سکتا جب تک دلالت وضعی اس میں نہ پائی جائے۔

اسی بنیاد پر ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر عقلاء کسی چیز کو کسی زمانے میں کسی خاص معنی کے لئے وضع و علامت قرار دیتے ہیں یا جیسے بھی کوئی چیز مختلف علل واسباب کی وجہ سے کسی خاص معنی میں دلالت کرے گی تو اس پر مفہومِ شعائر صادق آئے گا اور اگر وہ چیز کسی مذہب سے متعلق ہو تو وہ ایک دینی ومذہبی شعیرہ و شعائر بن جاتی ہے اور نتیجۃً اس شعار و شعیرہ کی تعظیم کرنا واجب ہو جاتا ہے اور وہ شعائر کی تعظیم کے مقولے میں داخل ہو جاتی ہے کیونکہ جیساکہ پہلے عرض کر چکے کہ امور اعتباری و وضعی میں شارع مقدس

فقط انہی چیزوں کو کہ جو عقلاءِ عالَم کے نزدیک موجود ہیں نفیاً و اثباتاً اپنے حکم میں قرار دیتا ہے اور ان کی تائید (امضاء) فرماتا ہے اور جیسا کہ معلوم ہے کہ عقلاء وضع و جعل و فرض کے ذریعے سے فقط کسی چیز پر عنوان شعار و علامت تو دے سکتے ہیں لیکن اسکی حلیت و حرمت کا حکم بیان نہیں کر سکتے یعنی دوسرے الفاظ میں عرض کروں کہ وہ کسی چیز کو شعار کے عنوان سے موضوع تو بنا سکتے ہیں مگر اسکا حکم پھر بھی شارع مقدس کے ہاتھ میں ہے البتہ کسی چیز کو شعیرہ یا شعار یا علامت دین بنانے کیلئے شارع مقدس کی تائید و بیان کی ضرورت نہیں جیسے کسی چیز کو کوئی خاص نام دینے یا کسی چیز کے لئے علامت قرار دینے سے ہی وہ چیز اپنے مدلول پر دلالت کرنا شروع کر دیتی ہے اب شارع مقدس اسی موضوع کے مطابق حکم فرماتا ہے کہ یہ چیز صحیح ہے یا نہیں اور جب ہم کسی چیز کو ایک مذہبی شعار و شعیرہ قرار دیتے ہیں تو جیسے انشاء اللہ آگے کی بحثوں میں آئے گا کہ شارع مقدس نے ان شعار و شعیرہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور انکی اہانت سے منع فرمایا ہے

نوٹ: البتہ ممکن ہے کہ کچھ شعار و علامات کبھی طبعی ہوں یا وضعی و طبعی دونوں ہوں جیسے عقلاء نے شہادت وایثار کے بلند معانی کو بیان کرنے کے لئے سرخ رنگ یا خون سے کو علامت قرار دیا ہے یعنی خون شہادت وایثار پر دلالت کرتا ہے تو یہ دلالت طبعی ہے نہ کہ وضعی۔

کیا شعائر کو وضع و جعل کرنا فقط شارع مقدس کے ہاتھ میں ہے؟

یعنی جن جن چیزوں کو شارع مقدس دین کے لئے شعائر قرار دے رہا ہے تو کیا فقط وہی شعائر ہیں اور ان کے علاوہ کسی کو شعائر نہیں کہا جا سکتا اور کسی کو حق بھی حاصل نہیں کہ وہ کسی چیز کو شعائر قرار دے؟

ہمارے گذشتہ بیانات سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر شارع مقدس خود کسی چیز کو شعار و شعیرہ قرار دے رہا ہے تو یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ شعار کا واضع و جاعل فقط شارع مقدس ہی ہے جیسے مناسک حج کہ جس میں دو چیزوں کے درمیان جو رابطہ تھا جو خود ایجاد ہوا تھا شارع مقدس نے اسکو بیان فرمایا لیکن وہ رابطہ خود پیدا ہوا ہے ان کے علاوہ دوسرے شعائر اور انکے معانی کے درمیان رابطہ کبھی عقلا بیان فرماتے ہیں جیسے سرخ رنگ اور معنائے شہادت۔

ہم پہلے عرض کر آئے کہ شعیرہ و شعائر کی ماہیت و حقیقت میں جو اصل نکتہ ہے وہ انکی دلالت و علامت ہونے کا پہلو ہے ان تمام شعائر میں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ شعائر آیا اپنے خاص معانی پر دلالت کرتے ہیں یا نہیں؟ نہ کہ ہم یہ دیکھیں کہ اس کو کس نے شعائر کے عنوان سے اخذ و جعل کیا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے گا کہ دالّ اور مدلول کے درمیان جو رابطہ ہے اسکو ایجاد و بیان کرنے والے کا اس دالّ کی دلالت کی ماہیت میں کوئی دخل نہیں یعنی جب بھی جس

دلیل کے ساتھ دو چیزوں (دالّ و مدلول) میں کوئی ارتباط و رابطہ ایجاد ہو جائے اس صورت میں کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا تصوّر میں آجائے (دالّ کو دیکھ کر مدلول یا مدلول کو دیکھ کر دالّ) تو وہ چیز شعائر بن جائے گی اس کے رابطے کے وضع وجعل میں کسی ایسی شخصیت کا جو اس رابطے کو ایجاد کر رہی ہے، کوئی عمل دخل نہیں۔

مادی وزمینی اور معنوی وآسمانی شعائر:

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ ہر ایک کو اپنے مقاصد کے لئے کسی چیز کو شعار قرار دینے کا حق حاصل ہے جیسے ایک قوم وملک کسی چیز کو اپنا شعار قرار دیتے ہیں تو اس چیز کو "**ملکی یا قومی شعار**" کہا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی پارٹی یا کمپنی کسی چیز کو اپنا سمبل و شعار قرار دیتی ہے تو اس شعار کو "**پارٹی شعار اور کمپنی شعار**" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مذہبی و معنوی معنی و مفہوم پر کوئی چیز علامت بن جاتی ہے اور وہ شعار کا وجود اس معنی کو بیان کرتا ہے تو وہ شعار "**مذہبی و عرشی یا ملکوتی و معنوی**" شعار کہلاتا ہے۔

ہر شعار کی حیثیت واہمیت اس کی اُس معنی کے مطابق ہے کہ جس کو یہ شعار بیان کر رہا ہے اور جس کے اظہار کے لئے یہ شعار، علامت بن رہا ہے اگر وہ معنی ایک عام اور مادی و زمینی ہو تو اس کی حیثیت بھی معمولی ہوگی اور اگر وہ معنی معنوی وآسمانی ہو تو اس کی اہمیت بھی اس قدر زیادہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ یہ شعار اپنے ذاتی معنی کو بیان نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے مدلول سے اس کے معنی کو کسب کرتا ہے اور اسی کو بیان اور اسکا اظہار کرتا ہے یعنی دوسرے الفاظ میں کہا جائے کہ یہ شعار اپنے مدلول کے معنی میں فانی و غرق ہو جاتا ہے جیسے الفاظ اپنے معانی میں غرق ہو جاتے ہیں اور معنی کے اعتبار سے ہی ان کی اہمیت ہوتی ہے مثلا کوئی اچھا لفظ اس وجہ سے اچھا ہے کہ اس کا معنی ایک اچھے مفہوم کو بیان کرتا ہے اور اسی طرح کسی برے لفظ اور گالی سے نفرت کی وجہ اس کا معنی ہے۔

ممکن ہے کہ یہ سمبل و شعار اور لفظ یا کوئی کام اور کوئی چیز اپنی ذات میں کوئی ارزش قدر و قیمت نہ رکھتی ہو مگر کیونکہ یہ ایک رمز اور ایک نشانی و علامت ہے ایک ایسے معنی کے لئے جو اہمیت کا حامل ہے جیسے کسی ملک کے قومی آثار یا وہاں کی ثقافت کو بیان کرنے والی چیزیں ظاہراً کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں جیسے پیتل کی اشیاء یا مٹی کے مجسمے یا ایسی چیز جنکی ظاہری حقیقت و حیثیت کو نظر میں نہیں رکھا جاتا بلکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ یہ کس چیز کی علامت ہیں اور کس معنی کا اظہار کر رہی ہیں اور انکی ظاہری قیمت سے صرف نظر کرتے ہوئے انکی اس معنی کے اعتبار سے قیمت و حیثیت کو دیکھا جاتا ہے اور اسی طرح جو شعائر ایک مذہبی و معنوی امور کو بیان کرتے ہیں انکی حیثیت و قیمت بھی انکے معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ جن کی توہین اس معنی و مفہوم کی توہین ہے کہ جسکو یہ شعائر بیان کر رہے ہیں۔

ممکن ہے جو چیز شعائر و شعیرہ قرار پا رہی ہو وہ ایک جغرافیائی و مکانی چیز ہو جیسے مکان جنگ بدر و احد و خیبر و غدیر خم یا ایک زمانی چیز و ٹائم پیرڈ ہو جیسے ولادت باسعادت رسول اکرم ﷺ کا دن یا آنحضرت ﷺ کی ہجرت کا دن یا انکی زندگی کے اہم واقعات، معصومین علیہم السلام کی ولادت باسعادت کے دن یا انکی حیات طیبہ کے اہم واقعات یا ممکن ہے شعائر کچھ خاص افعال و اعمال اور رسومات ہوں کہ جو ثقافت اسلامی سے جڑے ہوئے ہوں یہ سب شعائر جتنی جتنی شدّت کے ساتھ اپنے معنی کو بیان کرتے ہیں اور جتنی اہمیت ان کے معنی کی ہوگی ان شعائر کی بھی ہوگی اور انکی توہین اس دینی معنیٰ کی توہین محسوب ہوگی مثلا نماز دین کا ایک اہم رکن ہے اگر یہ دین اسلام کا شعار قرار پائے تو دوسرے مستحب فروعات کہ جو شعائر میں سے ہوں سے زیادہ مہم ہے، اسی بنیاد پر جب ہم شعائر حسینیؑ کہ جو امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے لئے علامت ہیں کو دیکھتے ہیں تو وہ دوسرے اسلامی شعائر کی نسبت بہت ہی زیادہ مقام و منزلت کے حامل ہیں اور یہ اہمیت اسی دلیل کی بنیاد پر ہے جس دلیل کی بنیاد پر ہم امامت و ولایت کو دوسرے دینی مطالب و امور کے لئے اساس و بنیاد قرار دیتے ہیں جسکی طرف احادیث کی کثیر تعداد وضاحت کے ساتھ اشارہ کرتی ہے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، زکات، روزہ، حج اور ہماری ولایت اور ان میں سے کسی کی اتنی اہمیت نہیں جتنی ولایت کی ہے[12]

---

[12] ﴿عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى الصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَ الصَّوْمِ وَ الْحَجِّ وَ الْوَلَايَةِ وَ

شعائر ایک پل (Bridge) کی مانند ہیں:

ہر ملت اور قوم اپنے لئے کچھ چیزیں رکھتی ہے جو اسکی ماہیت و حقیقت اور ملیت و قومیت کو بیان اور ظاہر کرتی ہیں اور وہ چیزیں اس ملت کے لئے شعائر اور رمز و سمبل کے طور پر مانی جاتی ہیں اور جیساکہ پہلے عرض کیاکہ وہ شعائر کوئی آداب و رسوم ہوں یا کوئی خاص فعل یا کوئی خاص الفاظ یا ثقافتی آثار قدیمہ کہ جو اس قوم یاملت کی تاریخ و تمدن کو بیان کرتے ہوں، ان آثار و علامات کو تباہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے اس ملت یا قوم کی شناخت اور تاریخ کو مسمار کیاجائے اور انکی توہین جیسے خود اس ملت کی اس فرہنگ و ثقافت کی اور اس وطن کی توہین کی مانند ہے اور اسی طرح کچھ مذہبی آثار اور مذہبی امور جو معنویت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انکی توہین اور انکو تباہ کرنا ان معنوی اصولوں اور ضابطوں کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

پہلی فصل کاخلاصہ:

" شعائر " ان نقوش و تصاویر کی طرح ہیں جنکو " **دوال** " کہا جاتا ہے، یعنی ایک دوسرے معنی کو بیان کرنے والے۔

شعائر اور مناسک کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شعار اعمال دینی میں سے ہے چاہے واجب ہو یا مستحب ہو اور ہر اعمال دینی و مناسک شرعی شعار نہیں ہے

لَمْ يُنَادَ بِشَيْءٍ كَمَا نُودِيَ بِالْوَلَايَةِ ﴾ (الکافی جلد ۲ صفحہ 18 بَابُ دَعَائِمِ الْإِسْلَامِ)

بلکہ کچھ اعمال شعار ہیں، اور یہ حیثیت "شعاریت" انکے اصل وجوب یا مستحب ہونے کے علاوہ ہے یعنی اعمال و شعار دو چیزیں ہیں اور دو پہلو رکھتے ہیں جیسے مناسک حج میں اکثر اعمال خود عمل ہونے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام بھی ہیں اور یہ اعمالِ حج مسلمانوں کی عظمت و شکوہ کو بیان بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دوسرے انسانوں سے ممتاز بھی کرتے ہیں اسی وجہ سے ان اعمال حج و مناسک حج کو "شعائر" بھی کہا جاتا ہے یہ واضح ہے کہ ان مناسک وافعال شرعیہ کی شعار ہونے کی حیثیت انکی اصلی حالت کے علاوہ ایک علیحدہ حیثیت ہے۔

شعائر میں اپنے مدلول پر دلالت کرنے کے لئے غالباً دلالت وضعی پائی جاتی ہے یعنی انسان اپنی عقل یا طبع کے ذریعے سے کسی شعائر کے اصلی معنی ودلالت کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک اسکے اصل مقصد کو نہ سمجھ لے۔ شعیرہ و شعائر کی ماہیت و حقیقت میں جو اصل نکتہ ہے وہ انکی دلالت وعلامت ہونے کا پہلو ہے ان تمام شعائر میں یہ دیکھا جائے گا کہ کیا یہ شعائر اپنی مخصوص معانی پر دلالت کرتے ہیں یا نہیں؟ اسی وجہ سے شعائر کی وضعیت میں وضع کرنے والے سے زیادہ اس معنی ودلالت کو دیکھا جاتا ہے۔

دوسری فصل: جدید شعائر کی شرعی حیثیت:

ہمیں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم دیا اور انہیں معمولی چیز سمجھنے سے منع کیا گیا ہے:

ہر حکم میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

-1 حکم -2 متعلق -3 موضوع

مثال : نماز ظہر کا حکم وجوب ہے یہاں یہ تینوں چیزیں موجود ہیں

حکم : واجب ہونا

متعلق : نماز ظہر کا قائم کرنا

موضوع : وہ شخص جو ظہر کی نماز کے وقت تکلیف شرعی کی سب شرائط کا حامل ہو (مثلا ۱۵ سال مرد یا ۹ سال عورت کے ،اور وقت نماز داخل ہو چکا ہو)

بنابرایں شعائر الٰہی کے بارے میں کافی دلیلیں موجود ہیں کہ جن میں سے کچھ لزوم و وجوب کو بیان کرتی ہیں کچھ استحباب کو کچھ حکم تحریمی کو، اکثر دلیلیں شعائر الٰہی کی تعظیم و تکریم اور اسکی حفاظت و احترام کو واجب قرار دیتی ہیں اور انکے احترام کو ایمان و تقویٰ اور خداوند متعال کی رضامندی کا باعث قرار دیتی ہیں، اور اسی طرح اسکے برعکس ان شعائر کی توہین اور ان کو کم اہمیت و سبک سمجھنے سے منع کر رہی ہیں۔

پہلی دلیلوں یعنی وجوب کی دلیلوں میں اوپر والی تین چیزیں موجود ہیں

حکم: وجوب یا استحباب

متعلق: تعظیم و تکریم کرنا

موضوع: ہر وہ چیز جو دین کے کسی بھی معنی و مفہوم کے لئے شعار اور علامت بن جائے اور اسطرح وہ خداوند متعال سے منسوب ہو جائے

دوسری دلیلوں میں بھی جو ان شعائر کی توہین سے منع و نہی کر رہی ہیں اوپر بیان شدہ تینوں مراحل موجود ہیں:

حکم: حرمت و تحریم

متعلق: اہانت اور سبک و کم اہمیت سمجھنا

موضوع: ہر وہ چیز جو شعار و علامت ہو دین کی کسی معنی کے لئے

قرآن کریم واحادیث میں موجود چند شعائر:

۱. ﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [13] بات یہ ہے کہ جو شعائر اللہ کا احترام کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

[13] الحج : 32

۲. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ...﴾[14] اے ایمان والو! تم اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے باندھ دیے جائیں اور جو لوگ خانہ خدا کا ارادہ کرنے والے ہیں...

۳. ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ...﴾[15] صفا اور مروہ یقینا اللہ کے شعائر میں سے ہے،

۴. ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾[16] اور قربانی کے اونٹ جسے ہم نے تم لوگوں کے لیے ہی شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے اس میں تمہارے ہی لیے بھلائی ہے

۵. ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾[17] (ہدایت پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن

---

[14] المائدة : 2

[15] البقرة : 158

[16] الحج : 36

[17] النور : 36

کی تعظیم کا اللہ نے اذن دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی، وہ ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

آیات کا تجزیہ تحلیل :

پہلی آیت:

اس آیت میں شعائر اللہ کی تعظیم کی محبوبیت بہترین طریقے سے بیان ہوئی ہے اس آیت میں شعائر اللہ کو انجام دینے کے لئے نہیں بلکہ اسکی تعظیم کا حکم آیا ہے اور یہ ایک امتیاز ہے کیونکہ کسی اور واجب کے لئے اسطرح تعظیم کا حکم بیان نہیں ہوا مثلا: نماز کے لئے اسکے اقامہ کرنے کا حکم ہے روزے کے لئے إمساک (کھانے پینے سے رک جانے) کا حکم ہے لیکن تعظیم ایک دوسرا حکم و موضوع ہے تعظیم یعنی اس چیز کو عظیم و بزرگ اور مہم سمجھو اور اسے دوسری چیزوں پر مقدم رکھو۔

دوسری آیت:

اس آیت میں خداوند متعال نے صراحت کے ساتھ اپنی نشانیوں کی بے حرمتی کرنے اور انہیں کم اہمیت سمجھنے سے منع فرمایا ہے چاہے ان شعائر میں سے قربانی کے لئے جانے والا جانور ہی کیوں نہ ہو اسکو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

بنا برایں ان دو آیات میں ایک طرف ان شعائر کی تعظیم کا حکم دیا ہے تو دوسری طرف انکی
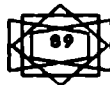
توہین کرنے سے منع فرمایا ہے، اور شارع مقدس کے شعائر کے بارے میں ان احکامات سے انکی شارع مقدس کی نگاہ میں اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تیسری اور چوتھی آیت:

ان آیات میں شعار کے مصادیق میں سے چند ایک کو ذکر کیا گیا ہے اور آیت میں لفظ "مِن" کے ذریعے اس بات کا اظہار فرمادیا کہ یہ جو ذکر شدہ مصادیق ہیں یہ ان مصادیق میں سے کچھ ہیں یعنی شعائر الٰہی مذکورہ مصادیق میں ہی منحصر نہیں بلکہ انکے علاوہ بھی شعائر ہیں اور اس بات پر بھی توجہ کی جائے کہ صفا اور مروہ یا حج کی قربانی کے جانور کا "**شعیرہ**" ہونا انکے احکامات کے علاوہ ایک حکم ہے یعنی انکے اپنے مسائل شرعیہ ہیں اور انکا شعیرہ ہونا ایک دوسری جہت سے ہے۔

پانچویں آیت:

اس آیت میں اگرچہ لفظ "شعائر" نہیں آیا مگر اس میں ایک ایسے گھر کا ذکر کیا گیا ہے جسکے رہنے والوں کے اوصاف اس آیت سے پہلے اور بعد والی آیات میں ذکر ہوئے ہیں اور اس گھر کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے اور خداوند متعال نے ان گھروں کو اپنی توحید اور اپنے ذکر کی علامت اور نماد (Symbol) قرار دیا ہے اور انکی بھی تعظیم کا اسی طرح حکم ہے جیسے پہلے والی آیات میں حکم دیا ہے۔

اسکے علاوہ بھی آیات موجود ہیں کہ جن میں لفظ "شعائر" نہیں آیا مگر انکا حکم بھی وہی

شعائر والا ہے جیسے:

﴿ذٰلِکَ وَ مَنْ یُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ . . .﴾ [18]

بات یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کی عظمت کا پاس کرے تو اس کے رب کے نزدیک اس میں اس کی بہتری ہے

﴿وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَ أَنْصِتُوا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [19]

اور جب قرآن پڑھا جائے تو (تعظیماً) پوری توجہ کے ساتھ اسے سنا کرو اور خاموش رہا کرو، شاید تم پر رحم کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز ہمیں خدائی ذکر اور امر کی طرف متوجہ کرے جیسے نماز، اذان قرآن، یا جو بھی ہو وہ شعائر ہے اور اگر قرآن نے ان میں سے چند ایک کا ذکر فرمایا ہے تو اسکا یہ معنی و مطلب نہیں ہے کہ دوسری چیزیں شعائر نہیں ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی بہت سارے شعائر ذکر ہوئے ہیں جن میں سے چند ایک کو عرض ہیں

جیسے حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

---

[18] الحج : 30

[19] الأعراف : 204

﴿... رَحِمَ اللهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا ...﴾ [20] خدا اس شخص پر رحمت فرمائے جو ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے۔

یا حدیث مرسل اعظم ﷺ کہ ﴿... يَا عَلِيُّ مَنْ عَمَرَ قُبُورَكُمْ وَتَعَاهَدَهَا فَكَأَنَّمَا أَعَانَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَى بِنَاءِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ﴾ [21] ایک طویل حدیث میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ یا علیؑ! جو آپ کی قبروں کو بنائے اور انکی حفاظت کرے وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے سلیمان نبی کی بیت المقدس بنانے میں مدد کی ہو۔ اس طرح کی روایات بہت ہیں اختصار کی وجہ سے ہم انکے ذکر ترک کرتے ہیں اور فقط اس اصلی نکتے کو بیان کرتے ہیں کہ یہ سب شعائر اللہ ہیں جن کی اہمیت او تعظیم کا حکم خداوند کریم نے دیا ہے۔

شرعی عناوین کا اپنے لغوی معنی پر باقی رہنا:

جب بھی شارع مقدس کسی چیز اور عنوان کو اپنے حکم کے لئے موضوع قرار دیتا ہے تو وہ موضوع اپنے لغوی معنی پر باقی رہتا ہے اور اس عنوان اور موضوع کی وہی معنی ہوتی ہے جو عرفِ عام اور روزمرہ میں ایک لغت کے آشنا کے ذہن میں ہوتا ہے۔ ہاں اگر شارع مقدس اس موضوع میں تصرف کرے اور اسکے لئے حدود و قیود اور ایک

[20] وسائل الشيعة شيخ حر عاملی جلد 27 صفحه 92 باب وجوب العمل بأحاديث النبي ...
بحارالانوار علامه مجلسی جلد ۲ صفحه 151

[21] تهذيب الاحكام شيخ طوسی ج : 6 ص : 2 ، بحار الانوار علامه مجلسی جلد 97 صفحه 120

چہار دیواری (فریم ورک) بنائے تو ضروری ہے کہ انہیں حدود کی رعایت کی جائے اور اگر ان حدود و قیود کی شارع مقدس اپنے کلام میں تصریح نہیں کرتا تو وہی معنائے لغوی اس سے سمجھا جائے گا اور وہی معنی شارع کے حکم کا موضوع قرار پائے گا۔

مثال:

لفظ نکاح اور طلاق سے عام معاشرے میں عقلا کے نزدیک ایک خاص معنی سمجھا جاتا ہے اور اگر شارع مقدس نے اسی معنی کو اپنے حکم کا موضوع قرار دیا ہو تو وہی معنی شارع مقدس نے اخذ کیا ہے اور اگر اس معنی کے لئے شارع مقدس نے کچھ قیود اور شروط کا لحاظ فرمایا ہو کہ جو عرف میں عقلا ملاحظہ نہیں کرتے تو اس صورت میں جو نکاح اور طلاق ان شرائط کے بغیر ہوں وہ شرعی لحاظ سے نکاح و طلاق نہیں ہوں گے اور وہ حکم شرعی کا موضوع قرار نہیں پا سکتے اور ضروری ہے کہ ان شرائط و حدود کا لحاظ کیا جائے۔ اور اگر کسی موضوع کو اخذ کرتے وقت اسمیں کسی شرط کا اضافہ یا کمی کرے مثلا: نماز ظہر کے واجب ہونے کا وقت زوال آفتاب ہے اس معنائے زوال میں شارع مقدس نے کوئی تصرّف نہیں فرمایا اور اپنے حکم کا موضوع یہی رکھا ہے بغیر کسی اضافے یا کم کرنے کے تو نماز ظہر کے واجب ہونے کا ٹائم بھی وہی ہے جو لغت میں زوال آفتاب سے سمجھا جائے گا۔

شعائر (جس طرح کہ تفصیلاً عرض کیا) ایک خاص لغوی معنی رکھتے ہیں اور اسی معنی کے ساتھ یہ شعائر شریعت میں قرار پائے ہیں اور اسی وُسعت کے ساتھ جو اسکے لغوی معنی میں ہے یعنی کسی معنی کے لئے کسی چیز کا علامت ہونا اور شارع مقدس نے شعائر کے لئے کوئی نئی قیود یا کسی خاص معنی کو بیان نہیں کیا تو اسی وجہ سے یہ بھی اپنے لغوی معنی پر برقرار ہے اسی وجہ سے اگر عُقلاء کسی جدید علامت کو کسی دینی و مذہبی معنی یا مثلا عزاداری امام حسین علیہ السلام کے لئے شعائر قرار دیں اور وہ اپنے مقصد و مدلول کو احسن انداز میں بیان کرتی ہو اور عرف عام میں اس علامت اور اس معنی کے درمیان رابطہ قائم ہو جائے تو وہ چیز بھی ایک دینی شعار قرار پائے گی اور اسکی تعظیم کرنا بھی ضروری ہے اور اسپر بھی احکامات شعیرہ صِدق کریں گے۔

دوسرے الفاظ میں شارع مقدس نے اسطرح نہیں کہا کہ فقط ان شعائر کی تعظیم کرو جن میں مثلا فلاں شرط ہو، بلکہ شارع مقدس نے اسی چیز کو اپنے حکم یعنی تعظیم کا موضوع قرار دیا ہے کہ جو دین کے کسی بھی معنی کے لئے علامت و شعائر ہو اور اسی کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔

مثال:

خداوند متعال نے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ شعائر اسلام میں سے ہے، اس نیکی کرنے کے لئے شارع مقدس نے کوئی شرط و قید نہیں رکھی کہ مثلا اسطرح کی نیکی ہو یا اُس طرح کی بلکہ عرف میں جو کام اور عمل والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے

زمرہ میں آتا ہے اسکا حکم دیا ہے اور یہ ممکن ہے کہ شارع مقدس نے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے کچھ مصادیق کو بالخصوص واجب کیا ہو جیسے انکے فقیر ہونے کی صورت میں نان نفقہ اولاد پر واجب ہے، تو یہ اس معنی میں نہیں کہ شارع نے بس اسی کام کو واجب قرار دیا ہے اور اسی قید و شرط کے ساتھ نیکی کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔

در حقیقت شارع مقدس نے ہر اس کام کو اس موضوع میں اخذ کیا ہے جو عرف میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے مصادیق میں آتا ہے اور اسکو اپنے نزدیک مطلوب اور باعث ثواب قرار دیا ہے پس جو فعل والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا مصداق ہو اسپر خداوند متعال اس فعل کے درجات کے حساب سے جزا دے گا۔

اسی طرح ممکن ہے شارع ان شعائر میں سے بعض کی تعظیم کو اگر بالخصوص واجب قرار دے رہا ہے مثلا: مناسک حج یعنی صفا و مروہ یا قربانی کے جانور کو ... تو یہ اس معنا میں نہیں کہ بس یہی شعائر کے مصداق ہیں اور انہی کی تعظیم فرض ہے، نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو عرف اور لغت میں دین کے کسی معنی کے لئے شعائر و علامت ہو جائے چاہے معصومین علیہم السلام کے دور کے بعد ہی کیوں نہ ہو اس پر بھی شارع مقدس کا حکم صِدق کرے گا اور وہ بھی شعائر دینی میں سے قرار پائے گی۔

اسی وجہ سے عرفِ عقلاء کا ہاتھ شعائر کو وضع کرنے میں آزاد ہے وہ کسی بھی چیز کو کسی دینی معنی کے لئے علامت قرار دے سکتے ہیں اور اس چیز کی تعظیم کا حکم تکویناو قہراً یعنی کسی کے چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے اس شعائر پر صِدق کرے گا۔

تمام شعائر کی تعظیم کا حکم:

جب بھی شارع مقدس کسی عنوان کو بطور مطلق اپنے حکم کا موضوع قرار دے اور اپنے حکم کو بعض افراد میں مقید و منحصر نہ فرمائے تو اس موضوع کے تمام افراد اس حکم کے دائرے میں آجاتے ہیں اور وہ سب کے سب شارع کے حکم کے مطلقات ہوتے ہیں مثلاً مولیٰ اپنے عبد کو کہے کہ ﴿اَکرِمِ العُلَمَاءَ﴾ یعنی علماء کا احترام کر، اب اس احترام کے حکم میں مولیٰ نے علماء کو بطور مطلق بیان فرمایا ہے اور کوئی قید ذکر نہیں کہ مثلاً وہ آیۃ اللہ ہو یا حجۃ الاسلام ہو یا سید عالم ہو یا... تو یہ اکرام کا حکم تمام علماء کو شامل ہو جائے گا۔ شعائر کے باب میں بھی شارع مقدس نے تعظیم کا حکم دیتے وقت شعائر کے موضوع کو کسی قید زمانی یا مکانی یا شخصی کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور تمام شعائر کی تعظیم کو واجب اور انکی توہین کو حرام قرار دیا ہے بنابرایں ہر وہ چیز کہ جس پر شعائر دینی و علامت کا عنوان صدق کرے گا (کہ جس کی تشخیص عرف کے ہاتھ میں ہے جیسے ہم پہلے ذکر کر آئے) تو وہ شعائر اللہ میں سے قرار پائے گا۔

حکم کی اپنے موضوع سے جدائی کا محال ہونا:

جب بھی شعائر میں کسی شعیرہ کا اضافہ ہو اور وہ کسی بھی زمانے میں کسی دینی معنی کے لئے علامت بن جائے تو اسکی تعظیم کے واجب ہونے اور اسکی اہانت و توہین کے حرام ہونے کا حکم خود بہ خود اسکے اوپر صدق کرے گا اور ایسا ممکن نہیں کہ کوئی چیز شعائر کا موضوع بن

جائے اور پھر اس پر شعائر کا حکم صدق نہ کرے یا حکم کے صادق آنے اور اسکے ساتھ تعلق رکھنے کے بعد ہم اس شعائر سے اس حکم کو سلب کریں کیونکہ موضوع (شعائر) اور حکم (وجوب تعظیم و حرمت اہانت) علت و معلول کی طرح ہیں جب علت وجود میں آجائے تو حتما معلول وجود میں آجاتا ہے بنا بر ایں جب بھی موضوع وجود میں آجائے تو اسکا حکم بھی وجود میں آجاتا ہے اور جب تک موضوع کا وجود باقی رہے گا حکم بھی باقی رہے گا اور جب بھی موضوع منتفی (ختم) ہو جائے تو حکم بھی منتفی (ختم) ہو جاتا ہے اور عقلا محال ہے کہ موضوع وجود میں آئے اور اس پر اسکا حکم مترتب نہ ہو یا موضوع کے انتفا و زوال کے باوجود اسکا حکم باقی رہے۔

مثلاً جب شارع مقدس نے اپنے حکم "حرمت و حرام" کا موضوع "مطلقِ مُسکر یعنی نشہ آور چیز" کو قرار دیا تو محال ہے کہ دنیا میں کوئی چیز نشہ آور و مُسکر ہو اور اس پر حرمت کا حکم صادق نہ آئے۔

تطبیق اور تشریع میں فرق:

عقل و منطق اور حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو مختلف اور جدید شعائر سب کے سب ایک کلّی عنوان کے مصادیق ہیں اور مکلّف فقط کسی ایک شعیرہ کا انتخاب کرکے اسکے حکم کلّی کی اس پر تطبیق کرتا ہے اس کام کو تطبیق کہا جاتا ہے نہ کہ تشریع یعنی اگر کوئی شخص کسی شعائر کی جو کہ شعیرہ کا ایک مصداق ہے، تعظیم کر رہا ہے چاہے وہ شعیرہ جدید ہی کیوں نہ

ہو تو اُس کے اس کام کو تطبیق کہتے ہیں یعنی وہ ایک حکم کو اسکے نئے مصادیق کے اوپر منطبق کر رہا ہے اور تشریع کا مطلب یہ ہے کہ مکلّف ایک جدید حکم کو بنائے مثلاً واجب یا مستحب قرار دے جبکہ یہاں حکم پہلے سے موجود ہے اور مکلف فقط اسی حکم پر اسکے مصادیق کو منطبق کر رہا ہے۔

مثال:

شارع مقدس نے جب والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا تو اب کچھ نئے مصادیق مختلف صورتوں میں اور مختلف کیفیتوں میں ہیں جو کہ گذشتہ ادوار میں موجود نہیں تھے، تو مکلف اس حکم کلّی (والدین کے ساتھ نیکی کرنے) کو نئے مصادیق پر منطبق کر رہا ہے اور اس مکلّف کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے کسی بھی طریقے سے اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے مثلاً پہلے انکا نان نفقہ دینا ایک خاص وقت میں واجب تھا اور یہ نیکی کرنے کا ایک مصداق تھا تو اب مثلاً جدید دور کے اعتبار سے وہ انہیں گاڑی یا کچھ دوسری چیزیں لے کر دے رہا ہے تو اسکا یہ کام دین میں تشریع یا بدعت نہیں بلکہ حکم کلّی کا اسکے جدید مصادیق پر انطباق و تطبیق ہے۔

گذشتہ زمانے میں کوئی کام اگرچہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے زمرہ میں نہیں آتا ہو مگر آج کے دور میں اگر وہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا ایک مصداق ہو تو یہ بھی اس حکم کے دائرے میں آجائے گا اور یہ عقلاً صحیح ہے اور کوئی فقیہ و مجتہد یہ نہیں کہہ سکتا کہ شارع

مقدس کے نزدیک فقط وہی کام والدین کے ساتھ نیکی کے زمرہ میں آتا ہے کہ جو معصومین علیہم السلام کے زمانے میں رائج تھا اور جدید دور میں والدین کے ساتھ نئے طریقے کے ساتھ نیکی کرنا بدعت اور حرام ہے۔

ایک دوسری مثال :

مہمان اور باہر سے آنے والے کا احترام کرنا ہر مذہب و ملت میں ایک ایسا عمل ہے کہ جسکو سب عقلاء اپنے معاشرے میں اس پر عمل پیرا ہیں اور شریعت میں بھی اس کام کو مستحب و پسندیدہ قرار دیا گیا ہے مگر دیکھا جائے کہ ہر قوم و علاقے اور معاشرے میں احترام کے اپنے طریقے ہیں مثلا کوئی کسی کے آنے سے اسکا کھڑا ہو کر احترام کرتا ہے تو کوئی اسکے سامنے تھوڑا خم ہو کر تو کوئی پیروں پر ہاتھ رکھ کر، کوئی سینے پر ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ ملا کر تو کوئی اپنے سر سے ٹوپی اتار کر، یہ سب کے سب اس کلّی حکم یعنی آنے والے کے احترام کے مصادیق ہیں اور معصومین علیہم السلام کے دور یا انکے علاقے والے طرز احترام سے ہٹ کر دوسرے مصادیق کو بدعت کہنا شعور و عقل و علم سے بعید ہے۔

عزاداری میں جدید رسومات بدعت یا سنت؟

عمومی و کلّی قانون تب عمومی و کلّی قانون بنتا ہے جب وہ سریان و جریان رکھتا ہو:

عمومی قانون کی طبعیت و وضعیت میں یہ نکتہ پایا جاتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ افراد و مصادیق پر منطبق ہو تب جاکہ اسکو قانونِ عمومی کا نام دیا جا سکتا ہے، دوسرے الفاظ میں عمومی قانون کا یہ معنی نہیں کہ وہ فقط چند موجودہ مصادیق میں ہی منحصر ہو بلکہ جب بھی جس زمانے میں کوئی نیا فرد و نیا مصداق پیدا ہو وہ قانون اس پر بھی صدق کرے اور نئے مصادیق میں بھی یہ قانون جاری و ساری ہو۔

اصولی تعبیر سے اگر بیان کریں تو یہ قوانین اور احکام شرعی ایک حقیقی قضیہ کی طرح ہیں یعنی یہ عمومی قانون کسی ایک فرد یا مصداق کے لئے وجود میں نہیں آیا کہ اسی میں منحصر رہے اور اس فرد واحد کے مشابہ دوسرے مصادیق پر منطبق نہ ہو۔ حکم شرعی جب ایک قانون کی صورت میں وجود میں آتا ہے تو اسکی ماہیت میں ہے کہ وہ موجودہ مصادیق اور ہر اس مصداق پر جاری ہو اور صدق کرے جو بعد میں آئے گا۔ دوسرے الفاظ میں اسطرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ حکم اُن مصادیق پر تطبیق کے لئے وضع و جعل ہوا ہے جو مفروض الوجود ہوں نہ کہ وہ مصادیق جو محقّق الوجود ہوں یعنی یہ حکم ہر اس فرد و مصداق پر تطبیق کرنے کے لئے شارع نے وضع کیا ہے جو موجود ہو یا وجود میں آئے گا اور اسکی کوئی مدت و شرط نہیں سب پر یہ حکم صدق و تطبیق کرے گا۔

مثلا اگر مختلف اور بے شمار مُسکرات (نشہ آور چیزوں) کا دنیا میں تصور کیا جائے اور مختلف طریقوں سے مختلف نشہ آور چیزیں مختلف زمانوں میں وجود میں آئیں توانکی کثرت اس چیز کا باعث نہیں بنتی کہ ان مسکرات کے حرام ہونے کا حکم فقط اُس دور میں موجود چند مسکرات پر ہی صدق و تطبیق کرے، بلکل ایسا نہیں بلکہ جس چیز پر بھی یہ عنوانِ مُسکر (نشہ آور) صدق کرے گا وہ تا قیامت حرام ہے چاہے جدید قسم کی نشہ آور چیز ہو یا قدیمی اسی دور میں موجود ہو یا مفروض الوجود ہو۔

اس طرح کے حکم کو قانون کہا جاتا ہے جو تمام زمانوں میں سریان وجریان رکھتا ہو اور اس چیز میں کوئی فرق نہیں کہ وہ قانون، الٰہی قانون ہو یا انسانی قانون، قانون کا صرف ایک یا ان چند مصادیق و افراد پر کہ جو قانون کے بنتے وقت موجود تھے انطباق کرنا خود قانون کے ہدف اور اسکی ماہیت کے ساتھ مخالف ہے کیونکہ قانون اس کو نہیں کہتے کہ وہ ایک یا چند افراد موجود پر ہی منطبق ہو اور بس، بلکہ قانون وہ ہوتا ہے جو اس عنوان کے ساتھ پیدا ہونے والے نئے مصادیق پر بھی اسی انداز و حیثیت سے منطبق ہو جیسے اس کی وضع کے وقت موجود مصادیق پر منطبق تھا۔

بنا بر ایں جب شارع مقدّس نے شعائر دینی کی تعظیم کا حکم دیا اور ان کی توہین اور انہیں کم اہمیت سمجھنے سے نہی (منع) کیا تو یہ الٰہی قانون ہر زمانے میں جاری و ساری ہے اور ہر دور میں دین کے لئے بننے والے شعیرہ و شعائر پر صدق و منطبق ہوتا ہے چاہے وہ شعیرہ اس

قانون تعظیم کے اظہار و بیان کے وقت موجود ہو یا نہ ہو دونوں پر اسی انداز میں صدق کرتا ہے۔

جس چیز کو شعائر قرار دیا جارہا ہو وہ "حرام" نہ ہو:

جیسا کہ عرض ہو چکا کہ جب شارع مقدس نے ایک کلّی موضوع پر حکم جاری فرمایا تو وہ حکم اس کلّی کے تمام مصادیق وافراد پر منطبق ہوگا اور اس کلّی کے کافی افراد ہوتے ہیں ان میں سے کچھ افراد حرام بھی ہوتے ہیں اور یہ حرام مصادیق اپنی ذات میں موجود مفسدہ اور ایک شرعی عیب کی وجہ سے اس کلّی حکم سے خود بہ خود خارج ہو جاتے ہیں اور یہ کلّی حکم اِن حرام مصادیق کے علاوہ دوسرے تمام مصادیق پر صدق کرتا ہے، مثلاً جب شارع مقدس نے نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اِس نماز کے کافی افراد و مصادیق ہیں جیسے مسجد میں نماز پڑھنا، گھر میں نماز پڑھنا، کسی دوست کے گھر میں نماز پڑھنا، کسی ایسی عمومی جگہ پر نماز پڑھنا جو کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو تو ان تمام مقامات پر مکلّف کے لئے نماز پڑھنا مباح ہے اور یہ اس کلّی کے صحیح افراد و مصادیق ہیں مگر فقہاء کسی غصبی جگہ پر نماز پڑھنے کو حرام اور باطل قرار دیتے ہیں البتہ اس صورت میں کہ جب نمازی کے لئے کسی اور مباح مقام پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو اور وہ اسی غصبی مکان میں نماز پڑھنے پر مجبور ہو لیکن اگر مضطر و مجبور نہ ہو اور اسکے لئے کسی صحیح و مباح جگہ پر نماز پڑھنا ممکن ہو تو نماز کے کلّی حکم میں سے یہ

غصبی مکان پر نماز کا مصداق و مورد خارج ہو جاتا ہے (کیونکہ یہ یہ حرام و غلط مصداق ہے اس کلی کا)۔

اس حرام مصداق کے علاوہ اس کلی حکم کے تمام مصادیق پر یہ حکم کلی صدق آتا ہے چاہے وہ واجب ہوں یا مستحب یا مباح و مکروہ۔ مکروہ مقامات پر نماز پڑھنا اگرچہ کراہت رکھتا ہے مگر پھر بھی اس نماز پر حکم کلی صدق کرتا ہے جیسے مثلاً حمام میں نماز پڑھنا یا ایک ایسی جگہ پر نماز پڑھنا جہاں نمازی کے سامنے رفت و آمد زیادہ ہو ان مقامات پر نماز پڑھنا اگرچہ مکروہ ہے مگر پھر بھی وہ حکم کلی اس نماز کے مصداق پر بھی منطبق ہوتا ہے اور اس مصداق میں موجود کراہت اس حکم کے شرعی رجحان (شریعت میں موجود ثواب) اور اس نماز کے پورے اجر و ثواب کو ختم نہیں کر سکتی البتہ اتنا ضرور ہوتا ہے کہ ان مقامات پر نماز کا ادا کرنا دوسرے مکانات کی نسبت ثواب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ شعائر الٰہی میں بھی کچھ اسی طرح کی صورتحال ہے کہ شعائر الٰہی کا مصداق اور کوئی شعیرہ حرام نہ ہو اسکے علاوہ تمام مصادیق چاہے واجب ہوں یا مستحب یا مباح و مکروہ وہ سب کے سب شعائر کے دائرے میں داخل ہو سکتے ہیں اور ان پر شعائر کے احکامات (تعظیم و عدم اہانت) منطبق ہونگے۔

اسی وجہ سے فقہاء شیعہ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ شعائر فی نفسہ مکروہ ہوں جیسے اہلبیت علیہم السلام کی عزاداری میں کالے لباس کا پہننا تو اس مورد کی کراہت کے اثبات کے

باوجود عزاداری میں کالے لباس کا پہننا مستحب ہے کیونکہ جب اس مصداق (عزاداری میں کالا لباس پہننے) پر شعائر کا عنوان صادق آگیا اور یہ عزاداری اہلبیت ؑ کا مصداق بنا تو اسکی تعظیم کرنا واجب اور اسکی اہانت اور توہین کرنا حرام ہے (یعنی حقیقت میں اس مورد و مصداق کے شعیرہ بننے سے اسکی ذات میں موجود کراہت جو شعیرہ بننے سے پہلے تھے ختم ہو جاتی ہے۔

زمانے کے اعتبار سے جدید شعائر کا بنانا سنّت حسنہ کی بنیاد ڈالنے کی طرح ہے:

جو کچھ ہم اب تک بیان کر آئے ان مطالب کو سامنے رکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی ایک ایسے شعائر کی بنیاد ڈالتا ہے کہ جو پچھلے زمانے میں ایجاد نہیں ہوا تھا مثلا معصومین ؑ کے زمانے میں موجود نہیں تھا تو بدعت نہیں بلکہ ایک سنّت حسنہ کو ایجاد کرنا ہے مثلاً اگر کوئی عزاداری امام حسین ؑ میں کوئی جدید طریقہ ایجاد کرتا ہے (جو شروط بیان ہوئیں ہیں ان کو مدّ نظر رکھتے ہوئے) یا مثلاً اس عظیم قربانی کے کسی پہلو کو بیان کرنے کے لئے ایک جدید طریقہ اپناتا ہے تو اس نے ایک سنّت حسنہ کو ایجاد کیا ہے اور اسکا اجر اسکو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک اس سنّت حسنہ پر عمل کرنے والے موجود رہیں گے (**مَن سَنَّ سُنَّةً . الحدیث**) اور اس اعتراض کی کوئی علمی حیثیت نہیں کہ جب یہ شعار معصوم ؑ کے زمانے میں نہیں تھا تو آج کیوں؟ کیونکہ جب کسی چیز پر عنوان شعائر آگیا تو حکم شعائر کا آنا حتمی ہے چاہے وہ شعار معصوم ؑ کے زمانے

میں ہو یا انکے بعد مثلا ہر جنگ میں مسلمان کسی چیز یا لفظ یا فعل کو کسی خاص مذہبی عمل کے لئے شعار و علامت قرار دیتے تھے جب تک اس فعل یا چیز یا الفاظ کو کسی خاص معنا کے لئے وضع نہ کیا جاتا تھا وہ شعائر میں سے قرار نہیں پاتے تھے اور جب وہ وضع ہو جائے اور اپنے معنی پہ دلالت کرنا شروع کردے اور عرف میں اسکی دلالت سامنے آجائے تو اس پر حکم شعائر صادق آجاتا ہے چاہے یہ جنگ زمان معصومین علیہم السلام میں ہو یا انکے بعد۔

دوسری فصل میں بیان شدہ مطالب کا نتیجہ وخلاصہ:

عزاداری امام حسین علیہ السلام کے بلند معانی کو بیان کرنے کے لئے عزاداری کے جدید طریقے و رسومات دو ۲ شرطوں کے ساتھ شعائر الٰہی کے مصادیق میں شامل ہو جاتی ہیں اور نتیجۃً ان کی تعظیم کرنا واجب اور انکی اہانت و توہین کرنا حرام ہو جاتی ہے۔

پہلی شرط: وہ چیز عرف میں عزاداری سید الشہداؑ کی علامت قرار پائے یعنی عزاداری امام حسین علیہ السلام کے کسی بھی معنی پر دلالت کرتی ہو اور جب بھی عزاداری کی معرفت رکھنے والا عُرف (یعنی جو عزاداری کی حقیقت سے واقف ہو اور عزاداری کے معانی کو بھی سمجھتا ہو) اس کو دیکھے تو اس کو مظلومؑ کربلا کی یاد آجائے اور انکی عزاداری میں مصروف ہو جائے یعنی اس چیز (دال) سے غم امامؑ و عزاءِ امامؑ (مدلول) تک پہنچ جائے اگرچہ وہ رسم و فعل اس دور کی ایجاد ہو اور زمان معصوم علیہ السلام میں رائج نہ ہو۔

دوسری شرط وہ کام اور چیز فی نفسہ حرام نہ ہو

مترجم: مثلا جس طرح مشہور ہوا ہے کہ (قوی امکان ہے کہ یہ منسوب بات جھوٹ ہے) کچھ حضرات عزاداری میں نیاز کے لئے ذبح کئے جانے والے حیوانات کا خون پیتے ہیں اور اس کو عزاداری کے تبرک کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے تو امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں حرام فعل (خون پینا)، عزا داری امام حسین علیہ السلام کے لئے شعار و شعیرہ نہیں بن سکتا۔

تیسری فصل: اعتراضات اور ان کے جوابات:

1. دین میں تغیر و تبدل کرنا:

کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ: اگر شعائر اللہ کی تعیین اور اسکو وضع و جعل کرنے میں عرفِ عقلاء کا بھی ہاتھ کھلا ہوا ہو تو اس سے دین میں تغیر و تبدل کرنا اور تحریف لازم آتی ہے کیونکہ ممکن ہے وہ ہر زمانے میں نئے نئے طریقے ایجاد کریں اور اسکو ایک دینی عنوان و شعائر قرار دیں تو آہستہ آہستہ دین اپنی اصلی حالت کھو دے گا اور اسمیں تحریف ہو جائے گی

جواب :

دیکھا جائے کہ یہ تبدیلی کس چیز میں آرہی ہے؟ یہ تبدیلی دین کے ثابت شدہ معانی و مسلّمات دینی میں ہے یا انہی مسلّمات دینی کے بیان و اظہار کرنے کے وسیلے و طریقے میں۔؟

اگر جدید شعائر کو وضع کرنے سے خود دینی مسلّمات میں تبدیلی آجائے تو بیشک دین میں تحریف ثابت ہو جاتی ہے اور اگر یہ مسلّمات دینی اپنی جگہ پر محفوظ ہوں اور انہی مسلّمات و دینی معانی کو دوسرے طریقے و جدید روش کے ساتھ بیان کیا جائے تو یہ دین میں تحریف نہیں بلکہ انہی مسلّمات و معانی دینی کی ترویج و تشہیر ہے۔

یہ شعائر جدید بھی انہی مسلّم معانی دینی کو زمانے کے اعتبار سے نئی روش و طریقے سے بیان کرتے ہیں اور انہی معانی دینی کو اجاگر کرتے ہیں

2. شعائر توقیفی ہیں: یعنی فقط شارع مقدس ہی انکو ایجاد اور وضع کر سکتا ہے نہ کوئی اور ؟

کہا جاتا ہے کہ شعائر توقیفی ہیں یعنی فقط شارع مقدس ہی کسی چیز کو "شعار" کا درجہ و عنوان دے سکتا ہے اور نتیجے میں وہ دین کا شعار بن جاتا ہے، اور ہمیں یعنی متشرعین کو یہ حق حاصل نہیں کہ ہم کسی چیز کو شعار قرار دے سکیں اور اسکو کسی دینی معنی و مسلّمات کے لئے علامت قرار دیں۔

جواب : جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ "شعائر" کا اپنا کوئی معنی نہیں ہوتا وہ فقط و فقط اپنے مخاطب اور اس معنی کے درمیان جس کے لئے یہ شعائر علامت بنے ہیں، ایک ارتباط کو برقرار کرتے ہیں۔
دوسرے الفاظ میں یہ شعائر "**دوال**" ہیں یعنی کسی دوسری چیز و مدلول پر فقط دلالت کرتے ہیں اور معنائے حرفی رکھتے ہیں (حرف یعنی جو اسم و اسم یا اسم و فعل کو آپس میں ربط دے) انکا اپنا کوئی معنی نہیں ہوتا۔
اگر اعتراض کرنے والے کا اس بات سے کہ "شعائر توقیفی ہیں" مقصد یہ ہے کہ ان شعائر کے مدالیل و معانی و مفاہیم جن پر یہ شعائر دلالت کر رہے ہیں وہ توقیفی ہیں اور متشرعہ و

عرف کو کوئی نیا جدید دینی معنی و مدلول ایجاد کرنے کا حق حاصل نہیں، تو یہ ایک متین اور صحیح بات ہے اور ہم بھی اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ دین کے معانی و مفاہیم و مدالیل فقط و فقط شارع مقدس ہی جعل و ایجاد کرسکتا ہے کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں۔

اور اگر اعتراض کرنے والے کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ دوال کا اپنے معانی و مدلولات پر دلالت کرنا بھی توقیفی ہے یعنی جب تک شارع کسی چیز کو کسی دینی معنی پر صدق و دال (دلالت کنندہ) قرار نہ دے تو وہ چیز اس دینی معنی پر دلالت نہیں کرے گی، تو یہ بات تحقیق و حقیقت سے کوسوں دور ہے کیونکہ علم اصول میں دلالت کی بحث میں یہ بات بلکل واضح و روشن ہے کہ دلالت کی ۳ ہی قسمیں ہیں عقلی، طبعی، وضعی اور یہ سب کی سب دلالت کرنے میں کسی شرعی حکم کی محتاج نہیں ہیں۔

دلالت عقلی کو دیکھتے ہیں تو اسکی دلالت واضح ہے کیونکہ دالّ اور مدلول کے درمیان جو رابطہ ہے وہ ذاتی اور تکوینی ہے جسکو عقل کشف کرتی ہے نہ کہ انکا رابطہ شرعی ہے۔

دلالت طبعی کو دیکھیں وہ بھی انسانوں کی طبیعت سے منسلک ہے نہ کہ شرع و وضع سے۔

اور دلالت وضعی میں بھی یہ رابطہ اس وضع کرنے والے اور بنانے والے کا مرہونِ منت ہے کیونکہ جب کوئی کسی لفظ کو کسی معنی کے لئے وضع و جعل کرتا ہے تو ان دالّ و مدلول میں رابطہ اس وضع و جعل سے باخبر شخص (جو جانتا ہو کہ یہ لفظ کس معنی کے لئے بنایا گیا ہے، یہ ٹریفک کی تصویر کسی معنی کو پہنچانے کے لئے بنائی گئی ہے) کو خود بہ خود حاصل ہو جاتا ہے چاہے اسکے لئے شارع مقدس حکم کرے کہ تم اسکو اسی معنی میں سمجھو یا نہ

کرے۔

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شعائر میں جو دلالت پائی جاتی ہے غالباً دلالت وضعی ہے یا وضعی اور طبعی ملی ہوئی ہیں اور ہم یہ بھی بیان اور ثابت کر آئے کہ کسی کی شخصیت کا شعائر کے اپنی معانی پر دلالت کرنے میں اور ان دلالتوں اور علامتوں کو وضع کرنے میں کوئی عمل دخل نہیں۔

اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وضع کے مبانی میں کافی بحث ہے پھر بھی کسی بھی بنا کی بنیاد پر اس وضع کی حقیقت میں اسکے توقیفی ہونے کا کوئی عمل دخل نہیں ہے معمولاً دو چیزوں کے آپس میں کثرت کے ساتھ اِقتران (ارتباط) کی وجہ سے دلالتِ وضعی پیدا اور حاصل ہوتی ہے اور جب یہ اِقتران اور رابطہ پیدا ہو جائے تو خود بہ خود لفظ (دال) کو سن کر اسکا معنیٰ (مدلول) سمجھ میں آجاتا ہے جیسے ایک بچے کے سامنے چند مرتبہ پانی پانی کہہ کے ایک مخصوص مائع چیز اسکو دکھائی جائے تو اسکے بعد جب بھی وہ پانی کا لفظ سنے گا تو پانی کے حقیقی معنیٰ کو سمجھ لے گا اور بچے کے اس پانی (دال) سے اسکی معنیٰ (مدلول) کو سمجھ لینے میں نہ شارع مقدس کا کوئی عمل دخل ہے نہ ہی شریعت کا۔ بنابرایں ہر وہ کام یا ہر وہ رسم یا لباس، کپڑا، یا عَلَم جو بھی ہو چاہے لکڑی کا ہو یا لوہے کا یا کپڑے کا ہو یا کسی اور چیز کا جس شکل میں بھی ہو جب یہ چیزیں کسی دینی معنیٰ و مفہوم کو بیان کرنے کے لئے وضع کی گئی ہوں تاکہ انکو دیکھ کر مخاطب کا ذہن اس معنیٰ کی طرف منتقل ہو جائے، تو وہ چیزیں دین کی علامت اور شعار بن جاتی ہیں اور انکی تعظیم کرنا فرض

اور توہین کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ اور یہ علامت کا بننا توقیفی نہیں بلکہ جیسے عرض کیا اس معنی اور لفظ یا چیز کے درمیان رابطہ کی وجہ سے ہے۔

اور جیسے مقدمہ میں عرض کر آئے تھے کہ شارع مقدس کچھ چیزوں کو شعائر کے عنوان سے بیان کر رہا ہے تو یہ اس معنی یہ نہیں کہ شارع کی بیان شدہ چیزیں ہی شعائر ہیں جیسے اس آیت کریمہ کہ ﴿وَ الْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ﴾[22] اور قربانی کے اونٹ جسے ہم نے تم لوگوں کے لیے شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے (لفظِ "مِن" پر غور کیا جائے جو تبعیض کی معنی میں ہے یعنی ہم نے قربانی کے جانور کو شعائر میں سے قرار دیا ہے یعنی اور بھی شعائر ہیں فقط ان ذکر شدہ موارد میں شعائر کو محدود نہیں کیا جا سکتا)

3. دین میں بدعت ایجاد کرنا:

کہا جاتا ہے کہ عزاداری کی جدید رسومات کہ جو ائمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں موجود نہیں تھیں، کو ایجاد کرنا دین میں بدعت داخل کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اسطرح کا کام "إِدخالُ مَا لَيسَ من الدِينِ فى الدِينِ" کا مصداق ہے اور جو چیز دین کا حصہ نہ ہو اسکو دین میں داخل کرنا ہی بدعت ہے

کبھی کبھی یہی اعتراض دوسرے الفاظ اور رنگ میں بیان کیا جاتا ہے کہ معصومین علیہم السلام نے

---

[22] الحج : 36

اپنے زمانے میں کئی بار امام حسین علیہ السلام کی عزاداری و مجالس کو برپا کیا، اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اسی طریقے سے برپا کریں جسطرح سے خود معصومین علیہم السلام نے کی تھی جیسا کہ ان کی حیات طیبہ میں ملتا ہے اسی وجہ سے عزاداری سید الشہداؑ کی کوئی ایسی رسم یا طریقہ جو ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت میں مشاہدہ نہ کیا گیا ہو یا اس پر کوئی محکم دلیل موجود نہ ہو کہ اہلبیت علیہم السلام اس طرح عزاداری کرتے تھے تو اس طرح کی رسم عزاداری میں شامل کرنا دین میں بدعت گزاری کے مترادف ہے۔

جواب :

اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے **"بدعت"** کے معنی پر روشنی ڈالیں۔ بدعت یعنی جو چیز دین کا حصہ نہ ہو اسکو دین میں داخل کرنا یا جس چیز کو خداوند متعال نے تشریع نہ کیا ہو اسکو خداوند متعال کی طرف نسبت دینا۔ بدعت کی تعریف کو نظر میں رکھتے ہوئے ہم کسی بات کو بدعت صرف اس وقت کہہ سکتے ہیں جب ہم دین کے تمام قوانین اور دستورات ، میزان اور اَساس کو پوری طرح سے جانتے ہوں اور ان پر احاطہ رکھتے ہوں فقط اسی صورت میں ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ چیز دین میں سے نہیں اور بدعت ہے کیونکہ جب ہم دین کے تمام زاویوں سے آگاہ نہ ہوں کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز دین میں سے نہیں ہے؟اور دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ دین ایک کلی قوانین اور احکامات کلیہ پر مشتمل ہے جسکے کئی اجزاء ہیں اور اگر

عزاداری کا کوئی نیا ن طریقہ انہی عنوانین کلّی اور قوانین کلّی کے ذیل میں سے ہو انہی کا ایک جزء ہو تو وہ بھی دین کا حصہ ہوگا۔

یہ ہم بیان کرکے آئے ہیں کہ شعائر کی تعظیم کا حکم ایک قضیہ حقیقی اور ایک مطلق و کلّی حکم ہے جو اپنے تمام افراد و مصادیق پر جاری و ساری ہے (البتہ حرام مصداق کے علاوہ) اور اس مطلق حکم کا انطباق اسکے تمام افراد پر جبری و قہری ہے اور اس کلّی حکم کا اسکے مصادیق اور افراد پر منطبق کرنا بدعت کے ساتھ کوئی ربط نہیں رکھتا جیسے ایک مکلَّف کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ نماز کے حلال طریقوں میں سے جس طریقے سے اس حکم نماز کو اسکے مصادیق پر منطبق کرکے بجالائے مسجد میں نماز پڑھے یا گھر میں یا عمومی جگہ پر پڑھے یا اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی و احسان کے ساتھ پیش آنے کے حکم کو اسکے کسی بھی مصداق پر منطبق کرکے اسکو بجالائے چاہے گذشتہ ادوار و زمان معصومین علیہم السلام میں موجود طریقے و رسم کے ذریعے سے یا اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق کسی جدید طریقے و رسم یا فعل کے ذریعے سے مکلّف کے اس کلّی حکم کے کسی بھی فرد و مصداق کے ذریعے سے اس واجب امر و حکم پر عمل کرنے میں اختیار کو ہم بدعت نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ ایک مطلق و کلّی حکم کو اسکے افراد پر تطبیق کہلاتا ہے۔

مثلاً : مکلّف کو نماز ظہر ادا کرنے کے لئے شریعت کی طرف سے اختیار ہے کہ وہ اِس جامع مسجد میں نماز پڑھے یا محلّے کی مسجد میں عید گاہ میں پڑھے یا امام بارگاہ میں یا مثلاً اول وقت میں پڑھے یا کسی اور وقت میں لباس اور بدن کو معطّر کرکے اور خوشبو لگا کے

پڑھے یا عام حالت میں و... تو مکلّف کا اس حکم واجب یعنی نماز ادا کرنے کے لئے کسی بھی مصداق کو اختیار کرنا اسکی تکلیف شرعی کو ساقط کر دیتا ہے اور اس نے اپنے واجب کو ادا کر دیا ہے کیونکہ شارع مقدّس نے اپنے حکم کا دائرہ کار اور اس کی قیود و شروط بیان فرما دی ہیں اور اسکو اختیار دیا ہے کہ جس جائز طریقے سے وہ اس حکم کو بجالائے گا وہ شارع مقدّس کے حکم کے افراد میں شامل ہو جائے گا۔

مکلّف کو حاصل اس اختیار و آزادی کو کہ وہ اس حکم کو بجالانے کے لئے کسی بھی مصداق کے انتخاب میں آزادی کو ہم دین میں بدعت گزاری قرار نہیں دے سکتے کیونکہ خود شارع مقدس نے اسکو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اس حکم کو کسی بھی طریقے سے بجالائے چاہے ایسے نئے طریقے سے جو پچھلے زمانوں میں نہ ہو جیسے ایئر کنڈیشنڈ روم میں نماز پڑھنا و... شارع نے اپنے حکم کو کسی خاص فرد و مصداق میں مقید نہیں فرمایا۔ دین میں بدعت گزاری کا اِلزام بہت پرانا اور بوسیدہ حربہ ہے جسکو بعض متعصب افراد جیسے وہابی دوسروں کے مذہب کو نابود کرنے کے لئے لگاتے ہیں اور ہر وہ کام جو رسول گرامی ﷺ کے زمانے میں نہ ہو اسکو بدعت کہہ کر پکارتے ہیں اگرچہ وہ کام دین کے کسی واجب یا مستحب کلّی حکم کے عنوان میں شامل ہو۔

دوسرے الفاظ میں یہ سخت مزاج کے افراد اسطرح کہتے ہیں کہ جب شارع مقدس نے کسی حکم کو وضع کیا تو اسکے مصادیق اور موارد کہ جن پر یہ حکم منطبق ہوتا ہے ان کا بیان کرنا

بھی شارع مقدس کی ذمہ داری ہے ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس قانونِ کلّی کے لئے اپنی طرف سے مصداق بنائیں اس جاہلانہ بات کی بازگشت اس طرف ہوتی ہے کہ ہم خود ایک قانون و حکم کو محدود کردیں اور اسکی ماہیت کے خلاف کام کریں کیونکہ قانون کی ماہیت میں یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ افراد پر صادق آئے اور اس قانون واحکامات کو انکے اسی زمانے میں موجود مصادیق میں محدود کرنے کالازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم خود شریعت کو پامال کرنے کہ درپے ہیں کیونکہ اگر قانون واحکام شرعی کے مصداق و موارد فقط وہی ہوں کہ جو رسول گرامی ﷺ اور ائمہ معصومین ؑ کے زمانے میں تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئی ضروریات کے مقابلے میں وہ موارد تو اپنا مقام و منزلت کھو بیٹھیں گے اور ختم ہوجائیں گے ، اسی منفی سوچ کی وجہ سے یہ وہابی فرقہ سائیکل چلانا اور موبائیل وٹی وی کا استعمال کو حرام قرار دیتے ہیں جو انکی انتہائی جہالت کی علامت ہے۔

یہیں سے ہم دین اسلام و شریعت خاتم المرسلین ﷺ کی تازگی و بالندگی اور عروج کو محسوس کرسکتے ہیں کہ چاہے علم کتنی بھی ترقی کرلے اور چاہے جتنی بھی نت نئی چیزیں دریافت وایجاد ہوں وہ سب کی سب اسلام کے کلّی قانون اور احکام کلیہ میں شامل ہوجاتی ہیں اور ان نئی ایجادات ونئے مصادیق کا معصوم ؑ کے زمانے میں نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ موارد و مصادیق اِس حکم شرعی میں شامل و داخل نہیں ہیں۔

مثلاً شارع مقدس نے قرآن میں لوگوں کو (جہنم و قیامت و برے اعمال سے) ڈرانے کیلئے اِنذار و تبلیغ دین کا حکم دیا ہے، یہ مکلّف کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس طریقے سے چاہے اس حکم کو بجالائے چاہے وہ طریقہ و رسم اور کام معصومین علیہم السلام کے زمانے میں انجام نہ پایا گیا ہو تو پھر بھی وہ جدید طریقہ اس حکم اِنذار میں داخل ہو جائے گا مثلا تبلیغ و اِنذار انٹرنیٹ، موبائیل، ٹی وی، ڈش، فیس بک یا مثلاً مذہبی فلم یا اینیمیشن یا کسی بھی اور طریقے کو لوگوں تک اس حکم اِنذار کو پہنچانا کے لئے استعمال کرنا حکم الٰہی کی تبلیغ کا مصداق ہے۔

شعائر بھی اسی قسم سے مربوط ہیں کہ وہ بھی دین کے معانی کو بیان کرتے ہیں اور مذہب کے بلند معانی کو نئے قالب میں پیش کرتے ہیں۔

یہ اعتراض کہ ہمیں عزاداری میں فقط معصومین علیہم السلام کی انجام دی گئی رسومات و طریقوں کو ہی اپنانا چاہیے، اس میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام اکثر تقیہ کی حالت میں رہے ہیں اور بعض افعال و رسومات کا عزاداری کے عنوان سے انجام دینا انکے لئے ممکن نہ تھا بنا بر ایں ائمہ معصومینؑ کے زمانے میں عزاداری کی کسی رسم کا نہ ہونا اسکے حرام اور بدعت ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

4. خرافات پرستی (Fanaticism)

کہا جاتا ہے کہ جدید شعائر کا ایجاد کرنا اور بنانا گویا اس بات کی دعوت دینے کے مترادف ہے کہ ہم خرافات کو دین کا حصہ مان کر ایک بے اساس چیز کو اپنے اعتقاد کا حصہ بنا لیں اوراسطرح ہر روز لوگ ایک چیز کو دین کا حصہ بنا لیں تو نتیجے میں ہم دین کے حقیقی مطلب و معنی سے دور چلے جائیں گے اور دین کے نام پر خرافات کو ماننا شروع کر دیں گے۔

خرافات اور تخیل و توہم کے درمیان فرق:

ہم اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ضروری سمجھتے ہیں کہ لفظ "خرافہ" کے معنی پر روشنی ڈالیں، خرافہ کہ جسکی جمع خرافات ہے ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جسکا تعلق وہم و خیال سے ہو یعنی اسکی کوئی حقیقت و واقعیت نہ ہو۔ انسان کو خداوند متعال کی طرف سے دی گئی طاقتوں میں سے ایک طاقت ،روح کا خیال و توہم کرنا ہے یہی روح ہر چیز کو چاہے وہ حق ہو یا باطل صحیح ہو یا غلط اپنے تخیل میں لاکر اس پر عمل کرنے پر آمادہ کرتی ہے یعنی جس چیز کا وہ تصور کر رہا ہے اسی کو یہ انسان بنا و بنیاد بنا کر اس پر عمل پیرا ہوتا ہے ، جب یہی قوہ تخیل عقل کی تابع ہوجائے یعنی یہ عقل اس قوت تخیل کی ہدایت و راہنمائی کرے تو یہی قوہ تخیل حقیقت اور واقعیت کی راہ پر گامزن ہوجاتی ہے اور اگر یہی

قوت تخیل و توہم عقل کی اتباع اور اسکی بیان کردہ ہدایات کو پس پشت ڈال دے اور اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں اور قواعد پر کہ جنکو وہ اپنے خیال میں بناتی رہی ہے چلنا شروع کردے تو یہ چیز خرافات پرستی کہلاتی ہے بنابر ایں ہر خیالی چیز خرافہ نہیں بلکہ جب یہی قوت تخیل عقل کے سائے میں آجائے تو حقائق اور علمی بلندیوں تک پہنچنے کا ایک عظیم وسیلہ بن جاتی ہے۔
انسانی علوم جیسے سائنس، فزکس میں ایک محقق اور سائنسدان اس سے پہلے کہ اپنے نظریہ کو بیان کرے اور اسکی دلیل اور اپنی ایجاد کے آثار و نتائج کا مشاہدہ اور اسکا اظہار کرے وہ ابتداء میں ان سارے مذکورہ مسائل کو تصوّر اور توہم میں لاتا ہے یعنی وہ اپنے تخیّل و تصوّر میں دیکھتا ہے کہ اگر یہ نظریہ صحیح ہو تو اسکے آثار اور نتائج کیا ہونگے مجھے کس سمت میں کام کرنا ہوگا وہ اسی تصوراتی و تخیلاتی ماڈل کے ذریعے سے اپنے حقیقی ہدف کی طرف گامزن ہوتا ہے اور نتیجے پر پہنچتا ہے، تو کیا ہم یہاں ان سائنسدانوں اور محققین کو انکے اس توہم و تخیل کی وجہ سے خرافہ پرستی کا اِلزام دے سکتے ہیں؟۔

اسی طرح اگر کوئی شاعر کچھ غیر محسوس معانی و مفاہیم کو اپنے الفاظ میں اور محسوس معانی و حقائق اور صحیح تخیل میں ڈھالے تو کیا یہ بھی خرافات پرستی ہے؟۔
کبھی کبھی ایک شاعر کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لئے خصوصاً غزلیات میں تخیّل اور توہّم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا گذشتہ شعراء و موجودہ شعراء کی غزلیات پر اگر نگاہ کریں جیسے حافظ شیرازی تو آپ یہ بات محسوس کریں گے کہ انہوں نے کس طرح حقائق

نامحسوس اور اپنے مافی الضمیر کو اس تخیل کے دروازے سے دوسروں تک پہنچایا ہے۔ اگر وہ مافی الضمیر ایک صحیح بات ہے تو تخیل اسکو ہدایت تک پہنچاتا ہے اگر مافی الضمیر اور وہ نامحسوس معانی ایک باطل اور خلافِ واقع چیز ہو تو یہی قوت تخیل اسکو گمراہی کی طرف لے جائے گی۔

بنابرایں "**خرافہ**" یا "**خرافات**" ایک ایسا تخیل و تصور ہے جو عقل کی ہدایات کے بغیر وجود میں آتا ہے اور اس کو سوچنے اور خیال کرنے والا اسپر عمل کرکے گمراہی میں چلا جاتا ہے۔

(منطقی اعتبار سے بیان کیا جائے تو اس طرح کہا جائے گا کہ ہر تخیل خرافہ نہیں بلکہ ہر خرافہ ایک باطل تخیل سے وجود میں آتا ہے)

خرافہ اور شعار آپس میں دو متقابل چیزیں ہیں:

اب جبکہ خرافہ کے معانی روشن ہو چکی ہیں تو عرض کرتا ہوں کہ شعائر دینی اور خرافات اصلاً آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں (جیسے نور و ظلمت، حق و باطل) کسی بھی صورت میں ممکن نہیں کہ ایک خرافہ شعائر دینی بن جائے اور اسی طرح ایک شعائر دینی خرافات میں سے ہو انکے جمع ہونے کا کوئی ایک مورد بھی ممکن نہیں اسلئے کہ (جیسے کہ پہلے بھی عرض کر آئے) شعائر یعنی کسی دینی معنی و مفہوم کے لئے علامت و نشانی جبکہ خرافہ ایک باطل تخیل سے وجود میں آتا ہے زیر بحث مسئلے میں بالخصوص عزاداری امام حسین علیہ السلام

کو بیان کرنے والے آلات و وسائل و شعائر میں دو طرح کے سوال و اعتراض ہو سکتے ہیں۔

۱) یا یہ شعائر حسینیؑ خود باطل و خرافات ہیں اور حقیقت و واقعیت پر مبنی نہیں ہیں (یعنی شعائر میں سے بھی ہیں اور خرافات میں سے بھی)۔

۲) یا یہ شعائر حق ہیں مگر جو معنی و مفہوم ان سے ہمارے اذہان میں منتقل ہوتا ہے وہ باطل و خرافی ہے۔

جہاں تک پہلے سوال کی بات ہے تو ایک علامت و شعائر کو باطل و خرافہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول پر (جس معنی کے لئے یہ علامت بنا ہے) دلالت نہیں کر رہا، تو ہم پہلے عرض کر آئے کہ یہ فرضیہ شعائر کی حقیقت کے ساتھ منافات رکھتا ہے یعنی یہ شعائر اپنے مدلول پر اگر دلالت نہیں کر رہا تو یہ اس مدلول و معنی کے لئے شعیرہ بھی واقع نہیں ہو سکتا اور منطقی اصطلاح میں یہ سالبہ بہ انتفاء موضوع بن جاتا ہے بنا بر ایں ممکن نہیں کوئی چیز شعیرہ بھی ہو اور خرافہ بھی ہو۔

فرض دوم کہ اگر کوئی کہے کہ یہ شعائر دینی ہے مگر اس کا معنی و مدلول خرافات میں سے ہے اور باطل ہے (خود شعائر صحیح ہے مگر یہ جس معنی کے لئے وضع ہوا ہے وہ خرافات میں سے ہے) تو اس فرضیہ میں اشکال وارد ہوتا ہے کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ شعائر کا مدلول، دین کے حقیقی و ثابت شدہ معانی میں سے ایک معنی ہوتا ہے چاہے وہ عزاداری سید الشہداءؑ میں سے ایک ہو اور اسی بنا پر اس معنی میں اعتراض و اشکال اور بطلان کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا۔

عزاداری میں استعمال ہونے والے کچھ وسائل اور طریقے:

جیسا کہ عرض کر چکے ہیں کہ اگر ایک تخیلاتی چیز کسی معنائے حقیقی کو بیان کرنے کے لئے شعائرِ دینی بن جائے تو اس کو خرافات میں شمار کرنا بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ خرافات ایک غیر حقیقی معنی پر دلالت کرتی ہیں جبکہ شعائر ایک حقیقی و واقعی معنی و مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔

عزاداری سید الشھدأ میں میدانِ کربلا کو مخاطب کے تخیل میں لانے کے لئے کچھ وسائل اور طریقوں سے استفادہ کیا جاتا ہے تاکہ مخاطب اپنی قوت تخیل سے اپنے اندر اسی حزن و ملال کو محسوس کرے جیسے عَلم و تلوار و نیزوں کا جلوس میں لے آنا تاکہ ایک لشکر کی شان و شوکت و حقیقی صورت کو مخاطب کے ذہن میں لاکر اس کو کربلا کے میدان کے قریب کیا جائے ان چیزوں کو خرافات و غیر حقیقی کھنے والا واقعا دین فہمی سے کوسوں دور ہے کیونکہ یہ چیزیں عزاداری سید الشھدأ میں حقیقی معانی کے لئے رمز و علامات بن چکی ہیں اور ان اشیاء کا اپنے مدلولات پر دلالت کرنا جبری و قہری ہے اور جسکا إنکار کرنا ممکن نہیں۔ بعض جگہوں پر امام حسین علیہ السلام کے خیمے بنائے جاتے ہیں اور اور انکو آگ لگائی جاتی ہے یہ کام عصر عاشورا کو تصور و تخیل کرنے میں بہت مؤثر ہے اور کبھی تعزیہ خوانی و شبیہ خوانی کی رسم ادا کی جاتی ہے، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی رحمہ اللہ سے جب سوال کیا گیا کہ ایک علاقے میں عاشورہ کے دن ایک تابوت نکالا جاتا ہے جسکو (ایک خاص انداز میں سجا کر) ضریح کا عنوان دیا جاتا ہے کیا اسکا نکالنا صحیح ہے تو

انہوں نے فرمایا: ہر علاقے میں جس طرح بھی عزاداری امام حسین ؑ کو برپا کیا جاتا ہے اسکو اسی انداز میں انجام دیا جائے۔

یہ سارے افعال و طریقے قوت تخیل و توہم کو ایک عقلانی و منطقی حدود میں رکھ کر اس کائنات کی مہم ترین حقیقت یعنی عزاداری فرزند خاتم الانبیاء ﷺ کہ جسکی عزاداری میں عرش کے ستونوں (کہ جو اس کائنات کی مہم حقیقت ہے) میں بھی لرزہ آجاتا ہے [23] اور ملاء اعلیٰ میں ملائکہ ان پر گریہ کرتے ہیں [24] کو بیان کیا جاتا ہے۔

مصائب کو نقل کرنے میں تخیل کا کردار:

عزاداری سید الشھداء ؑ میں کافی مقامات ہیں جن میں انسان کو عطا کی گئی قوت واہمہ و مخیلہ سے اگر صحیح و منطقی طور پر استفادہ کیا جائے تو بہت ہی موثر واقع ہوتی ہے ان میں سے ایک مورد مصائب کو نقل کرتے وقت اگر ذاکر ان مصیبتوں کو جو واقعا قابل درک نہیں، ایک موثر انداز میں محسوسات کے قالب و طریقے سے ذکر کرے اور ان حقیقی معانی کو اپنے تخیل سے محسوسات کا لباس پہنا کر پیش کرے تو مصائب بہت زیادہ اثر کا حامل رہتا ہے

---

[23] . . .وَاقْشَعَرَّتْ لَهُ أَظِلَّةُ الْعَرْش .شیخ کلینی.فروع الکافی جلد 4 صفحه 575

[24] شیخ طوسی .تهذیب الاحکام جلد 6 صفحه 47

مثلاً محتشم کہتا ہے :

این ماہی بہ دریائی خون کہ ہست * زخم از ستارہ بر تنش افزون حسین توست

یا دعبل خزائی امام رضاؑ کی خدمت میں یہ شعر کہتا نظر آتا ہے کہ :

آفاطم لو خلت الحسین مجدلا

وقد مات عطشاناً بشط فرات

اذاً للطمت الخدّ فاطم عندہ

واجریت دمع العین فی الوجنات

ای فاطمہؑ ! اگر آپ سوچیں کہ آپ کے لختِ جگر حسینؑ کو تلوار سے قتل کرنے کے بعد کربلا کے میدان میں چھوڑ دیا گیا ہے اور فرات کے کنارے پیاسا مارا گیا ہے تو اس وقت آپؑ اپنے رخساروں پر طمانچے ماریں گی اور آپ کے آنسو آپ کے رخساروں پر جاری ہو جائیں گے۔

ان اشعار کے ذریعے وہ مصیبت کے حقیقی معانی اپنے مخاطب تک منتقل کر رہا ہے درحالانکہ یہ واقعہ بعینہ اصلاً واقع نہیں ہوا۔

یہ بات بلکل غلط اور نادرست ہے کہ ہم کہیں کہ مصائب کو نقل کرنے والے نے تمام الفاظ سند معتبر کے ساتھ پڑھے ہوں اور انہی کو نقل کر رہا ہو، کیونکہ ایک معنی اور مفہوم کو نقل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

کیا عشق و محبت کے معنی کو تصاویر کے ذریعے بیان کرنا خرافات میں سے ہے؟

کیا کسی کے ساتھ شدید محبت و عقیدت کو ایک تخیلاتی قالب میں بیان کرنا خرافہ پرستی ہے؟

کیا شدت مصیبت کا ایک خیالی تصویر و تصوّر کے ذریعے اِظہار کرنا باطل و باطل پرستی ہے؟

اگر یہ سب کچھ غلط ہے تو انسانی معاشرے میں موجود اس قوت تخیّل کو بلکل سائیڈ (Side) پر رکھ دیا جائے جبکہ دیکھا جائے تو ڈرامہ و نمائش اور شعر میں اس قوت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اگر ان میں ایک باطل و غلط معانی کو بیان کرنے کے لئے قوت تخیّل سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے تو یہ باطل و غلط ہے اور اگر حقیقی و صحیح معانی کو بیان کرنے کے لئے اس قوت سے استفادہ کیا جارہا ہے تو حق و صحیح ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی ماجرا اور حقیقی معانی کو بیان کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ انکو بیان کرنے والے الفاظ بعینہٖ وہی ہوں جو حقیقت و واقع میں موجود ہوں، بلکہ فقط و فقط وہ معنی و مفہوم کہ جس کو ہم ایک تخیلی اسلوب کے ساتھ بیان کرنے جارہے ہیں، وہ معنی حق و حقیقت پر مبنی ہو۔

اس طرح کے اسلوبِ بیان میں " صدق و کذب " کا معیار و ملاک دوسری انواعِ بیان سے بلکل مختلف ہے، کبھی بھی ایک فلم یا ڈرامے کو کہ جو ایک حقیقت پر مبنی ہو اور ایک حقیقی معنی و مفہوم پر بنایا گیا ہو اس کو (اس بہانے سے کہ اس میں موجود الفاظ و باتیں اور کچھ کردار اصلا حقیقت میں نہیں تھے اور یہ فلم یا ڈرامہ خیالی ہے) جھوٹ اور حقیقت کے

خلاف قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس ڈرامے کا مرکزی کردار (وہ کہانی کہ جس پر یہ ڈرامہ بنایا گیا ہے) ایک حقیقی معنی اور حقیقی مفہوم ہے۔

اسی طرح زبان حال بھی اسی صنف سے ہے کہ راوی مختلف شرائط و حالات کو دیکھ کر ایک معنی کا استنباط کرتا ہے اور اسکو بیان کرتا ہے البتہ زبان حال کو بیان کرنے کے لئے واقعہ کے تمام حالات و پہلوؤں کا فہم ضروری ہے اور یہ فہم اس خبر و روایت کو مکمل طریقے سے سمجھنے پر ہی منحصر ہے اس کے علاوہ کیونکہ یہ ایک استنباطی واجتہادی کام ہے اس لئے بھی ہر کسی کے بس کی بات نہیں، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کچھ لوگ اپنے گمان ناقص سے امام ؑ کی ایسی زبان حال بیان کرتے ہیں کہ جو ان ہستیوں کے شایان شان نہیں ہوتی، ناقل، مقام امام ؑ کا مکمل درک و معرفت نہ رکھنے کی وجہ سے انکو ایک معمولی انسان کی حد تک نیچے لے آتا ہے اور انکا " **حال** " اپنی کمزور معرفت کے ذریعے بیان کرتا ہے درحالانکہ یہ امام عالی مقامؑ کی زبان حال نہیں کیونکہ امام ؑ پر ایسی کوئی حالت ہی نہیں گزری تھی۔

ان بیانات کے ذریعے سے شعائر حسینیہؑ پر کئے جانے والے بہت سے اعتراضات کا صحیح نہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اکثر یہ اعتراضات زبان شعر و حماسہ واحساسات کا صحیح ادراک نہ ہونے کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں، کبھی کوئی مطلب شعر کی زبان میں بیان ہوتا ہے جو حقیقت میں واقع نہیں ہوا مگر ایک حقیقی معنی کو بیان کرتا نظر آتا ہے کہ شاعر اسی معنی کو اپنی قدرت تخیل کے ذریعے سے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے اور مخاطب پر اس کا اثر

زیادہ ہوتا ہے

بطورِ مثال حافظ شیرازی کہتا ہے:

اگر آن ترک شیرازی بہ دست آرد دل مارا

بہ خال ھندویش بخشم سمرقند و بخارا را

شاعر کا قصد یہ نہیں کہ وہ اپنے محبوب کے ایک خال کے بدلے میں سمرقند و بخارا کو بخش دے جبکہ وہ کبھی کبھی رات کو کھانے کے لئے ایک روٹی کا محتاج ہوتا تھا کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے وقت کے ان دو امیر ترین علاقوں کو بخش دے؟ اسکا حقیقی ارادہ اپنے محبوب و معشوق سے شدت محبت کا اِظہار اور اسکے ساتھ وصال ہے جو اس نے اس شعر کے قالب میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح ایک شاعر نے جناب لیلیٰ علیہا السلام کے (بیبی (س) کے کربلا میں ہونے کو فرض کرتے ہوئے) اپنے فرزند حضرت علی اکبر علیہ السلام کے ساتھ محبت کے اِظہار کو اس طرح شعر میں قلمبند کیا ہے:

﴿نَذرٌ عَلَیَّ لإن عَادُوا وَإن رَجَعُوا * لَأزرِعَنَّ طَرِیقَ الطَفِّ رَیحَاناً﴾

(میں نذر کرتی ہوں کہ اگر علی اکبرؑ و امام حسینؑ میدان رزم سے صحیح و سالم واپس آگئے تو میں کربلا کے راستے کو گلستان کر دوں گی)

جیسا کہ واضح ہے شاعر یہ نہیں کہنا چاہ رہا کہ بیبی علیہا السلام نے واقعا کوئی ایسی نذر کی ہے یا وہ

یہ ارادہ رکھتی ہیں کہ کربلا کے راستے میں گل اگائیں گی بلکہ شاعر کا قصد یہ ہے کہ ایک ماں کی بیٹے کے دیدار کی شدتِ اشتیاق کو بیان کرے جو خود مخاطبین کے احساسات وجذبات کو بیدار کرنے کا سبب بن رہا ہے۔

بنا بر ایں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ شعر جھوٹ ہے اور عاشورا کی تحریفات میں سے ایک مورد ہے کیونکہ مدینہ سے کربلا تک کا راستہ جو تقریبا ۳۰۰ فرسخ بنتا ہے اس میں پھول اگانا بے عقلی اور بے شعوری ہے، یہ بات اشکال سے خالی نہیں[25]

البتہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ ہر کسی کے جو ذہن میں آئے اسکو زبان حال کا نام دے کر اہلبیت علیہم السلام سے منسوب کرے کیونکہ انکے مقام کی معرفت ضروری ہے اور انکی معرفت میں کمزوری کی صورت میں کوئی چیز انکے حال سے منسوب کرنا انکے مقام کی اہمیت کو کم کر دیتا ہے اسی وجہ سے یہ ایک اجتہادی و استنباطی مسئلہ ہے جس میں مکمل تخصص اور مہارت کی ضرورت ہے۔

شعر کا اسلوب تخیل اور احساسات کو بڑھکانے پر مبنی ہے اور شعر میں بلاغت یہ ہے کہ غیر متصوّر چیزوں کو ایک تصویر میں پیش کرنا اور ایک نامحسوس چیز کو محسوساتی الفاظ میں بیان کرنا، یہاں پر لفظ کے مدلول مطابقی کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ صرف وصرف اسکے معنی اور مفہوم کو جو ان الفاظ کے پس پردہ ہوتے ہیں، دیکھا جاتا ہے۔

---

[25] حماسہ حسینی، شہید مرتضی مطہری: جلد ا صفحہ ۲۶، ۲۷، فرہنگ نامہ مرثیہ سرایی و عزاداری سید الشہداء، محمدی ری شہری صفحہ ۵۴

5 ۔ وہن واستہزاء:

عزاداری کی بعض شکلوں پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک اعتراض و اِشکال یہ ہے کہ عزاداری کا یہ طریقہ اور بعض رسوم مذہب کی توہین و وہن اور استہزاء کا سبب بن رہی ہیں، جب کچھ غیر شیعہ اور اسی طرح کچھ غیر مسلم حضرات ان رسومات کو دیکھتے ہیں تو وہ مذہب سے بیزار اور متنفّر ہو جاتے ہیں اور شیعت کے مخالف افراد ان رسومات کی تصاویر اور اپنے مقاصد کی رپوٹس اور بیانات کے ساتھ مذہب کے خلاف تبلیغ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور نتیجتاً وہ شعائر کہ جنکی بنیاد ہی اس بات پر تھی کہ وہ دین کی تبلیغ اور ترویج کریں وہ خود دین کے خلاف تبلیغ و ترویج اور توہین کا موجب بن رہے ہیں اسی بنیاد پر عزاداری کی یہ رسومات عنوان ثانوی کی وجہ سے حرام ہیں اور مذہب و دین کی بنیادوں کو ضرر پہنچانے کا سبب بن رہی ہیں، اور اس طرح کا اِضرار (اُس ضرر کے مقابلے میں جو ایک انسان اپنے بدن پر جزئی اعتبار سے لگاتا ہے) بخشش کے قابل نہیں کیونکہ یہ اصل مذہب کے پیکر پر ضرر لگ رہا ہے جس سے دین تباہ و برباد ہو رہا ہے

استہزاء کی اقسام:

اس موضوع کی تحقیق و تفصیلات کو بیان کرنے سے پہلے ہم عرض کرتے ہیں کہ :
استہزاء اور وہن ایک دوسرے کے لازم ملزوم نہیں ہیں یعنی اس طرح نہیں کہ ہر تمسخر اور مذاق اڑانا مذہب کی توہین اور ضعیف ہونے کا سبب بنتا ہے ہر استہزاء کرنے والا جس

چیز کا تمسخر اڑا رہا ہوتا ہے اس سے پہلے متنفر ہوتا ہے اور اس کو غلط سمجھتا ہے اور اسکی قباحت کو بیان کرنے کی خاطر اسکا استہزاء اور تمسخر اڑانا شروع کر دیتا ہے، کسی چیز کو قبیح یا حسن شمار کرنا ایک انسان کی فطرت میں ہے جس چیز کو پسند کرتا ہے تو اسکی تحسین کرتا ہے اور جس چیز سے نفرت کرتا ہے اسکی قباحت کی خاطر اسکی مذاق اڑاتا ہے۔

تمسخر اور مذاق اڑانا ذیل میں مذکور تین ۳ جہتوں کی وجہ سے انجام دیا جاتا ہے:

۱۔ استہزاء باطل اور نادرست

کہ جسکو ادب و اخلاق سے عاری انسان انجام دیتے ہیں جیسے مشرکین کہ جو مسلمانوں کا انکے دینی فرائض کو انجام دینے کی وجہ سے تمسخر اڑایا کرتے تھے قرآن کریم میں خداوند متعال فرماتا ہے: ﴿**زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ اتَّقَواْ فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاء بِغَيْرِ حِسَابٍ**﴾ [26] اور جو کافر ہیں ان کے لئے دنیا کی زندگی خوشنما کر دی گئ ہے اور وہ مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں لیکن جو پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

یا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

﴿**الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لاَ**

---

[26] سورہ بقرہ آیت 212

يَجِدُونَ إِلاَّ جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [27] جو مومنین دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو بیچارے غریب صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے ہیں اور تھوڑی سی کمائی میں سے بھی خرچ کرتے ہیں ان پر جو منافق طعن کرتے اور ہنستے ہیں اللہ ان پر ہنستا ہے اور ان کے لئے تکلیف دینے والا عذاب تیار ہے۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُواْ مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُواْ مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ﴾ [28] اور نوح نے کشتی بنانا شروع کر دی اور جب انکی قوم کے سردار انکے پاس سے گذرتے تو ان سے تمسخر کرتے۔ وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو اسی طرح ایک وقت جس طرح تم ہم سے تمسخر کرتے ہو، ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے۔ واضح ہے کہ ان کفّار کا تمسخر کرنا دین میں کجی اور غلط باتوں کی وجہ سے نہیں تھا جسکی وجہ سے انکا تمسخر کرنا ہتک و وہن کا سبب نہیں بنتا۔اس طرح کا استہزاء و تمسخر انسان کے دین پر کوئی اثر نہیں رکھتا اور اسکو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہئے بلکہ ضروری ہے اس تمسخر و استہزاء کے مقابلے میں زیادہ راسخ عزم و ہمت کا اظہار کرنا چاہئے اور جیسے تاریخ میں مومنین نے ان مسخرہ کرنے والوں کا مقابلہ اسطرح کیا ہے اور مکمل استقامت و جوان

---

[27] سورہ توبہ آیت 79

[28] سورہ ھود آیت 38

مردی کے ساتھ اپنی راہ میں چلتے رہے ہیں امیر المومنین علی ؑ کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ: ﴿ لا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم ﴾ [29] سرزنش کرنے والوں کی سرزنش انؑ کو راہ خدا سے دور نہیں کرتی تھی۔

۲- تفاوت نظریات کی وجہ سے استہزاء و تمسخر:

کبھی کبھی یہ استہزاء و تمسخر دو عرفوں اور دو نظریوں کے حاملین و قائلین کے درمیان اختلاف کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، کوئی کام کسی عرف اور معاشرے میں اچھا اور پسندیدہ عمل شمار ہوتا ہے لیکن دوسرے معاشرے میں وہی کام قبیح و ناپسند شمار ہوتا ہے، ایک عرف میں ایک چیز کسی معنی کے لئے علامت و شعار قرار پاتی ہے اور ممکن ہے دوسرے عرف و معاشرے کے لئے وہ معنی کہ جس کیلئے وہ چیز کے لئے علامت و شعار ہے، قابل درک نہ ہو اسی وجہ سے استہزاء کا موجب و سبب قرار پائے۔ اسطرح کا استہزاء و تمسخر بھی مذہب کے لئے وہن یا باعث ہتک نہیں ہوتا اور شعائر کو انجام نہ دینے کا سبب نہیں بنتا اگر قرار و بنا اس بات پر رکھی جائے کہ ہر وہ بات جو دوسرے معاشرے میں اچھی سمجھی جارہی ہے فقط اسی کو اپنایا جائے اور اپنی مذہبی صلابت و پختگی کا اظہار نہ کیا جائے تو نتیجے میں اس عرف کی اپنی کوئی شناخت باقی نہیں رہے گی اور دوسروں کی شناخت میں جذب ہوکر اپنی شناخت کھو بیٹھے گا۔

[29] دعای ندبه : علامه مجلسی . بحارالانوار: جلد 99 صفحه 109 و جلد 36 صفحه 217 و جلد 97 صفحه 295

درحالانکہ بنا یہ تھی کہ شعائر الٰہی ایک آسمانی و ملکوتی شناخت کو باقی رکھیں اور ملکوت کے ساتھ انسانوں کا رابطہ ہمیشہ باقی رکھیں اگر دوسروں کی پسند و ناپسند کی وجہ سے اور انکے استہزاء کی وجہ سے کہ جو ان شعائر کی وضع و پیدا ہونے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہیں ہم ان شعائر کو چھوڑ دیں تو دین کی شناخت اور ملکوتی رابطہ و تعلق ختم ہو جائے گا۔

۳۔ حقیقی استہزاء و تمسخر:

کبھی کبھی استہزاء و تمسخر حقیقی جہات و اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی وہ کام واقعاً قبیح و غلط ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اسکی مذمت و استہزاء کرتے ہیں اور اسطرح کی تقبیح دین و مذہب کے وہن اور ہتک کا سبب بنتی ہے۔

ان تقسیمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فقط تیسری قسم کا استہزاء شعائر کے مخالف ہے اور دوسری دو قسمیں جو کہ غالباً پائی جاتی ہیں وہ وہن مذہب کا سبب و موجب نہیں ہیں۔ رہی بات تیسری قسم کی تو وہ سالبہ بہ انتفاء موضوع ہے کیونکہ کوئی ایسی چیز جو شعیرہ بھی قرار پائے اور اس پر عمل کرنا دین کی توہین کا سبب بھی بنے یہ ممکن ہی نہیں بلکہ ایسی چیز شعیرہ ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ شعیرہ، دین کے بلند معانی کی علامت ہوتا ہے نہ کہ تقبیح دین کا سبب۔

وہن مذہب کا الزام اور باطل استہزاء کا معاشرے پر اثر:

انسان خداوند متعال کی دی گئی نعمت "عقل" کے ذریعے سے اشیاء کے حسن و قبح ذاتی کو درک کرتا ہے اور اسکے بعد حسن کی تحسین و قبح کی تقبیح کرتا ہے، اگر یہ تحسین و تقبیح ان اشیاء کے ذاتی حسن و قبح کی وجہ سے انجام پائے تو انسان کے رشدِ عقلی میں موثر کردار رکھتا ہے اور اگر غیر واقعی و غیر عقلی جہات کی وجہ سے اشیاء کی تقبیح یا تحسین کی جائے تو عقل کے لئے ننگ و عار کا سبب بنتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں جب تک کوئی کام یا چیز حقیقت میں ذاتی قبح یا حُسن نہ رکھتی ہو تو اس کی تقبیح یا تحسین کو عقل کی طرف نسبت دینا صحیح نہیں کیونکہ یہ تحسین و تقبیح صحیح و سچی نہیں ہوتی۔

بنا بر ایں اگر دوسروں کا عزاداری کی ان رسومات کا کہ جو شعائر دینی میں سے ہیں اور دین کی بقا کا سبب بن رہی ہیں، استہزاء و توبیخ و مسخرہ کرنا پہلی و دوسری قسم میں سے ہو اور خصوصا جب جدید دور کے حساب سے جدید قسم کے رابطوں انٹرنیٹ و سوشل میڈیا پر ان شعائر حقہ کے خلاف زہر اگلا جائے اور عقل و منطق سے دور ہو کر ان شعائر کو غلط طریقے سے پیش کیا جائے تو آہستہ آہستہ مسلمین و مومنین ان کے مسموم پروپیگنڈے کی زد میں آ جاتے ہیں اور صحیح چیز کو غلط اور اچھی چیز کو برا سمجھنے لگتے ہیں اور اس کے برعکس بری چیز کو اچھا تصوّر کرنے لگتے ہیں یہ ایک سوسائٹی اور معاشرے کی بدترین حالت ہے جس میں حق کو باطل و باطل کو حق بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور اسی کی طرف احادیث بھی اشارہ کرتی

ہیں کہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھ کر انجام دیا جائے گا۔
جب ایک معاشرے کے افراد منکر و قبیح چیزوں کو معروف و حسن سمجھنے لگیں اور اس کے برعکس معروف و حسن کو منکر و قبیح شمار کرنے لگیں تو اس معاشرے کو ہلاکتِ ابدی میں پڑنے سے کوئی نہیں روک سکتا اور اس معاشرے کو ختم کرنے کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ قبیح اور منکر چیزوں کی طرف معروف و حسن کے نام پر جا رہے ہیں اس حالت کو عقل کی اسیری کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿ كَمْ مِنْ عَقْلٍ أَسِيرٍ تَحْتَ هَوَى أَمِيرٍ ﴾ [30] بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس کے بارے میں دبی ہوئی ہیں
یہ مصیبت اس وقت شدید تر ہو جاتی ہے کہ جب ایک فرد و شخص کی عقل اس مخمصے میں گرفتار نہیں ہے کہ وہ ایک قبیح و غلط چیز کو صحیح سمجھ رہا ہے اور حق و حسن کو قبیح و باطل سمجھ رہا ہے بلکہ جب ایک معاشرے کی عقل اور ایک اجتماع کی عقل سلیم سلب ہو جائے اور وہ اپنی ناقص عقل میں غلط چیز کو صحیح سمجھ کر اس کے پیچھے بھاگے اور اس کو معروف سمجھ کر انجام دینے کی کوشش کرے (جیسے یہ خود کش بمبار کرتے ہیں) یہ دقیقاً آخر الزمان کی نشانیاں ہیں۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رسول گرامی اسلام حضرت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ

---

[30] نہج البلاغہ ۔ شریف رضی ۔ حکمت 211.

﴿... عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ص كَيْفَ بِكُمْ إِذَا فَسَدَتْ نِسَاؤُكُمْ وَ فَسَقَ شَبَابُكُمْ وَ لَمْ تَأْمُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَ لَمْ تَنْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ فَقِيلَ لَهُ وَ يَكُونُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ نَعَمْ وَ شَرٌّ مِنْ ذَلِكَ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا أَمَرْتُمْ بِالْمُنْكَرِ وَ نَهَيْتُمْ عَنِ الْمَعْرُوفِ فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ وَ شَرٌّ مِنْ ذَلِكَ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَعْرُوفَ مُنْكَراً وَ الْمُنْكَرَ مَعْرُوفاً﴾ [1] تمہارا حال اس وقت کیا ہوگا جب تمہاری عورتیں فاسد ہو جائیں گی اور تمہارے جوان فاسق و گنہگار ہو جائیں گے اور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کروگے؟ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ایسا دور بھی آئے گا؟ تو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: ہاں اس سے بھی خراب وقت آئے گا۔ اور اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تم منکر (باطل) کو انجام دینے کا حکم دوگے اور معروف (حق) سے روکو گے؟ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ایسا دور بھی آئے گا؟ تو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: ہاں اس سے بھی خراب وقت آئے گا اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تم حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگو گے؟۔

اس طرح کی پیشگوئیوں کی حقیقی تفسیر تمام دنیا اور خصوصا اسلامی معاشروں میں قابل مشاہدہ ہے بہت سے کام جن کو ایک عقل سلیم حق و صحیح ہونے کے طور پر تسلیم کرتی ہے

---

[1] الكافي ج: ۵ ص: ۵۹ بَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

اس کو معاشرہ باطل اور غلط سمجھتا ہے اور اسی طرح جو عقل کے نزدیک باطل و خراب ہے وہی چیز اسلامی معاشرے میں صحیح و حق ہے!!

شعائر کی مختلف حدود اور دائرہ کار:

شعائر کے سلسلے میں جو چیز زیادہ مہم ہے اور اس پر توجہ کی جائے وہ یہ ہے کہ ہر شعائر کا اپنا اپنا دائرہ کار ہے اور ہر شعائر کے اپنے مخاطب ہیں جو اس شعیرہ کی وضع سے اور جس معنی کے لئے وہ علامت بنا ہے اس سے آگاہ ہیں اور اس کا علم رکھتے ہیں اور انہی خاص افراد کی یہ آگاہی اور علم سبب بنتا ہے کہ یہ شعیرہ ان پر خاص اثر مرتب کرتا ہے ان آثار میں سے معاشرے کی اصلاح، مفاہیم دینی کا پائدار و ثابت رہنا اور اجتماعی عقل کا منحرف نہ ہونا ہے اگر اسی شعیرہ کو اس کی حدّ اور دائرے کار سے نکال کر اور اسکے خاص مخاطبین سے ہٹ کر ان لوگوں کے لئے جو اس کے مخاطب حقیقی نہیں ہیں بیان کیا جائے تو یہی شعیرہ دین کے بلند معانی کو بیان کرنے کے بجائے برعکس اثرات کا سبب بن سکتا ہے۔ شعائر دینی میں سے بعض عمومیت رکھتے ہیں اور تمام ملتوں اور ادیان کے لئے اسلام کی تبلیغ کا سبب ہیں اور کوئی خاص طبقہ ان کا مخاطب نہیں بلکہ عمومی ہیں۔ اور کچھ شعائر ایسے ہیں جو فقط و فقط ایک اسلامی معاشرے کے لئے مخصوص ہیں تاکہ دین کی شناخت برقرار رہے ان شعائر کا فقط و فقط مسلمانوں کو ہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ شعائر کی تیسری قسم ایسے شعائر پر مشتمل ہے جو فقط مومنین (شیعہ) کے ایمان و ولایت کی پاسداری کے لئے وضع ہوئے ہیں تاکہ دیگر مذاہب کے افکار ان کو منحرف نہ کردیں۔

ان تمام شعائر میں جو مہم نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام قسموں میں فرق رکھا جائے اور ہر مخاطب کے حساب سے شعیرہ بیان کیا جائے۔

غیر اسلامی معاشرے کو اسلامی تعالیم کی طرف جذب کرنے کے لئے الگ شعیرہ ہے اور اسلامی معاشرے کے لئے علیحدہ اور ایمانی معاشرے کے لئے جدا شعیرہ ہے، ان شعائر کو اپنے مقام سے ہٹانا ان کو بنانے کی غرض اور ہدف پر ضرب مارنے کے مترادف ہے اور یہ دین کو نشر کرنے سے مانع بن جاتا ہے کیونکہ ہم نے اس شعائر مخصوصہ کو اس کی حدّو دائرے کار سے خارج کر دیا۔

یہ مطلب (کہ ہر شعائر کو اس کے مخصوص مخاطب اور حدود میں بیان کیا جائے) ان روایات کے کلی حکم میں سے ایک مورد ہے جن روایات میں جو کہ حد استفاضہ بلکہ حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کے ایمان کے درجہ کے حساب سے دینی مطالب کے قبول کرنے کی امید رکھو اور اس کے ایمان کے درجے سے زیادہ اس پر کوئی مطلب نہ ٹھونسو کیونکہ اس صورت میں وہ ان مطالب کا انکار کرے گا اور تم اس کے انکار کا سبب بنے گے[32]

---

[32] مترجم: ان روایات میں سے کچھ کا ذکر کیا جا رہا ہے بحث کے طولانی ہو جانے کے خوف سے انہیں پر اکتفا کرتے ہیں خواہشمند حضرات کو حوالہ جات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

﴿قَالَ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَا مُدْرِكُ رَحِمَ اللَّهُ عَبْداً اجْتَرَّ مَوَدَّةَ النَّاسِ إِلَيْنَا فَحَدَّثَهُمْ بِمَا يَعْرِفُونَ وَتَرَكَ مَا يُنْكِرُونَ﴾

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اے مدرک خداوند اس آدمی پر رحم فرمائے جو انسانوں کی محبت کو ہماری طرف کھینچتا ہے

مثال کے طور پر دشمن خدا پر لعنت کرنے کا شعار ایک مومن و شیعہ معاشرے کے لئے وضع ہوا ہے اور یہ شعائر اپنے دائرہ کار میں اہم اثرات رکھتا ہے اور بہت ہی ضروری بھی ہے اگر اسی شعار کو غیر شیعہ معاشرے میں استعمال کیا جائے تو ان کی نفرت کا سبب بنے گا۔

اسی طرح غیر مسلم لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھی ایسے شعائر کا انتخاب کیا جائے جو ان کو پسند ہوں اور ان کے لئے دین اسلام ایک جاذب و پسندیدہ دین محسوس ہو مگر یہ بات اس چیز کی دلیل نہیں کہ اسی شیوا اور طریقے کو اسلامی معاشرے کے لئے

(اس طریقے سے کہ) ان کو وہی بیان کرتا ہے جس کو وہ جانتے ومانتے ہیں اور جس سے وہ انکار کرتے ہیں اس کو بیان نہیں کرتا۔

ایک طویل حدیث میں امام رضاؑ اپنے صحابی کو فرماتے ہیں: ﴿ **يَا يُونُسُ حَدِّثِ النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ وَ اتْرُكْهُمْ مِمَّا لَا يَعْرِفُونَ كَأَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَكْذِبَ [يُكَذَّبَ] عَلَى اللَّهِ فِي عَرْشِهِ يَا يُونُسُ وَ مَا عَلَيْكَ أَنْ لَوْ كَانَ فِي يَدِكَ الْيُمْنَى دُرَّةٌ ثُمَّ قَالَ النَّاسُ بَعْرَةٌ أَوْ بَعْرَةٌ وَ قَالَ النَّاسُ دُرَّةٌ هَلْ يَنْفَعُكَ شَيْئاً فَقُلْتُ لَا فَقَالَ هَكَذَا أَنْتَ يَا يُونُسُ إِذَا كُنْتَ عَلَى الصَّوَابِ وَ كَانَ إِمَامُكَ عَنْكَ رَاضِياً لَمْ يَضُرَّكَ مَا قَالَ النَّاسُ** ﴾: اے یونس لوگوں کو وہی بیان کرو جس کو وہ جانتے ومانتے ہیں اور اس بات کو نقل نا کرو جس کو وہ درک نہیں کرتے کیا تم چاہتے ہو کہ خداوند متعال کو عرش (بلندی پر) جھٹلایا دیا جائے اے یونس تم کیا کرو گے جب تمہارے داہنے ہاتھ میں ایک ہیرا ہو اور لوگ کہیں کہ یہ فضول چیز ہے یا کوئی فضول چیز تمہارے ہاتھ میں ہو اور لوگ کہیں کہ یہ ہیرا ہے تو کیا ان لوگوں کی بات تمہیں کوئی فائدہ دے گی؟ یونس نے کہا نہیں مولا تو امامؑ نے فرمایا ایسے ہی ہے اے یونس کہ اگر تم صحیح و حق بات پر ہو اور تیرا امامؑ تم سے راضی ہے تو لوگوں کی باتیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ (بحارالأنوار ج: ۲ ص: ۶۴ باب ۱۳- النهي عن كتمان العلم و الخيانة و جواز الكتمان عن غير أهله)

بھی اپنایا جائے اور فقط انہیں شعائر سے استفادہ کیا جائے ۔
بیشک حج کے مناسک اسلام کے مقدس ترین شعائر میں سے ہیں اور انکی ظاہری کیفیت کے علاوہ ان کے ضمن میں بلند معانی پائے جاتے ہیں اور یہ مناسک معبود حقیقی کے ساتھ ملکوتی رشتے کو مضبوط بناتے ہیں اور معبود کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو بیان کرتے ہیں، ان مناسک کی برکات و آثار کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا لیکن یہی مناسک جو مسلمانوں کے روحی اور ملکوتی تعلق کا سبب ہیں کچھ غیر مسلم معاشروں کے لئے ایک بیہودہ و نفرت انگیز کام ہیں ان کے ہاں اس بات کا کوئی معنی اور قدر (Value) نہیں کہ انسان پوری دنیا سے جسمانی و مالی و دیگر مصیبتیں جھیل کر ایک جگہ پر جمع ہوں اور اپنے اچھے اچھے لباس اتار کر '۲ دو سفید کپڑوں میں خود کو ڈھانپیں اور ایک پتھر کے بنے ہوئے گھر کے چکر لگائیں اس کے بعد ۲ پہاڑوں کے درمیان ۷ سات مرتبہ اتنی بھیڑ میں کہ جس میں سانس لینا بھی دشوار ہو وہ " ہرولہ " کی حالت (دوڑنے اور پیدل چلنے کی درمیانی صورت) میں آئیں جائیں ، اس کے بعد خاص وقت میں ایک بیابان میں جمع ہوں پھر ایک بیابان سے دوسرے بیابان کی طرف جائیں ایک پتھر کو ۷ سات کنکر ماریں (جس میں کچھ افراد بھی ان کے کنکروں کی زد میں آکر اپنی جان گنوا بیٹھتے ہیں) اور اس کام کو کچھ دنوں تک کچھ نوبتوں میں تکرار کریں اس کے بعد اپنے بالوں کو کاٹیں، اور لاکھوں کی تعداد میں حیوانات کو ذبح کریں کہ جن کے گوشت کی انکو ضرورت بھی نہیں اور اس قربانی کو اپنے " حج " کی قبولیت کا سبب سمجھیں ۔

یہ سارے کام ایک غیر مسلم کے لئے کہ جو ان کاموں اور مناسک کے رمز و راز سے واقف نہیں بلکل عجیب غریب اور نفرت آور چیز ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کی نفرت کی وجہ سے جو ان مناسک کے رمز و راز سے واقفیت نہیں رکھتے ہم وہن مذہب کے عنوان سے ان مناسک کو انجام دینا چھوڑ دیں۔؟

اشکال اور جواب:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ شعائر حج اور عزاداری سید الشہداؑ میں موجود کچھ جدید رسومات میں فرق یہ ہے کہ اگر ان عزاداری کی رسومات میں کوئی شخص استہزاء و تمسخر کرتا ہے تو ضروری ہے ان رسومات و شعائر سے ہاتھ اٹھالیا جائے اور ان کو ترک کر دیا جائے جبکہ مناسک حج میں اگر کوئی غیر مسلم استہزاء بھی کرے تو ہم ان مناسک سے دست بردار نہیں ہو سکتے ، اور اس فرق کی بنیاد ان دونوں کی دلیلوں میں پنہاں ہے کہ مناسک حج کے لئے کئی آیات و روایات موجود ہیں جو ان کی تائید کرتی ہیں اس وجہ سے دشمن کا استہزاء وہن دین شمار نہیں ہوتا اور اس کے برعکس عزاداری کے بارے میں کوئی صحیح روایت و آیت موجود نہیں اسی وجہ سے ان کا استہزاء وہن مذہب بن جاتا ہے۔

یہ اشکال متین و وزین اور صحیح نہیں اور اس میں کچھ باتوں سے غفلت کی گئی ہے :

اول : ہمارے گذشتہ بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ہر وہ شعار جو دین کے کسی معنی کو بیان کرنے کے لئے وضع ہوا ہو اور کسی دینی معنی پر دلالت کرتا ہو تو اس کو شارع مقدس کی تائید و تصدیق شامل ہے بلکہ اس کی توہین کو حرام اور اس کی تعظیم کو واجب قرار دیا ہے

اور جس طرح بیان کر آئے ہیں کہ شعائر کا توقیفی نہ ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ کسی حسی چیز کے کسی اسلامی معنی کے لئے متشرعہ و عرف اسلامی کے ذریعے سے علامت و شعار بننے پر، شعائر کی تمام دلیلیں ان جدید شعائر کو بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جو توضیحات و تشریحات ہم ذکر کر آئے ان سے واضح ہوتا ہے کہ شعائر کی حفاظت بہت سے فرائض و واجبات سے بھی مہم ہے کیونکہ پورا کا پورا دین ان شعائر کی حفاظت کی بنیاد پر قائم و دائم ہے اسی وجہ سے خداوند متعال نے نہ صرف ان شعائر کو انجام دینے کا (چاہے معمولی سی چیز ہی کیوں نہ ہو) حکم دینے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان کی تعظیم کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ دین کی بنیادیں انہی شعائر کی وجہ سے مستحکم ہیں۔

دوم : وہن و عدم وہن ہونے کا ملاک و معیار کیا ہے؟ وہن کا معیار دلیل شرعی کا ہونا یا نہ ہونا ہے کہ جس کے سبب کوئی شعار وہن مذہب اور عدم وہن مذہب کا موجب بن جاتا ہے۔؟

اور اگر وہن کا ملاک و معیار کسی کا تمسخر و استہزاء کرنا ہے تو دلیل شرعی کے ہوتے ہوئے بھی وہ استہزاء اور تمسخر ختم نہیں ہو جاتا (جیسے مناسک حج کے مورد میں ہے) خلاصہ یہ کہ کسی شعائر کا وہن ہونا یا نہ ہونا ایک امر خارجی (حقیقت و خارج میں موجود بات) اور ایک واقعی امر ہے جس کا ہونا اور نا ہونا کسی شرعی دلیل کے تابع نہیں (کہ

جب تک شرعی دلیل ہے تو وہن مذہب نہیں اور جب شرعی دلیل نہ ہو تو وہن مذہب ہے)۔

سوم : اگر وہن مذہب کا عنوان ایک ثانوی عنوان (یعنی حکم اولی کے اعتبار سے یہ عزاداری جائز ہے مگر عنوان ثانوی کے اعتبار سے یہ وہن مذہب) ہے کہ جو احکام اولیہ پر حکومت (یعنی عنوان ثانوی کے آنے کے بعد عنوان اولی کے اعتبار سے اس کو انجام دینا صحیح نہیں اور یہ عنوان ثانوی، عنوان اولی پر حاکم کی حیثیت) رکھتا ہے (جیسے ٹھنڈا پانی پینا حکم اولی کے اعتبار سے ایک مباح فعل ہے مگر جب ڈاکٹر منع کر دے تو عنوان ثانوی "حرمت" اس پر حاکم ہو جاتا ہے) حتی اگر عزادری کے ان موارد میں "نص" بھی وارد ہوئی ہو پھر بھی اس عناوین ثانوی کی حکومت ختم نہیں ہوتی اور اصل یہی ہے کہ عنوین ثانوی حکم اولی پر حاکم ہیں مگر یہ بات واضح ہے کہ جب تک حکم اولی موجود نہ ہو حکم ثانوی کوئی معنی نہیں رکھتا یعنی وہن کی دلیل کو حکم ثانوی کی بنیاد پر پیش کرنا (کہ عزادری کی یہ رسومات عنوان ثانوی کی وجہ سے حرام ہیں) خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسومات حکم اولی و شرعی دلیل کی حامل ہیں (کیونکہ عرض کیا کہ جب تک حکم اولی نہ ہو حکم ثانوی کا کوئی معنی نہیں بنتا) اس بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ مناسک حج اور ان جدید رسومات کے درمیان یہ فرق پیش کرنا کہ مناسک حج میں دلیل موجود ہے اور ان جدید رسومات میں کوئی دلیل نہیں یہ فرق رد ہو جاتا ہے (یعنی ضد و نقیض باتیں ہو جاتی ہیں ایک طرف سے کہتے ہیں دلیل نہیں ایک طرف سے حکم ثانوی کے اعتبار سے حرام قرار دیتے ہیں) اور آپ کے

استدلال کی اصل بنیاد خطرے میں پڑ جاتی ہے یہ استدلال کہ ۔عنوان ثانوی اس وجہ سے آیا ہے کہ حکم اولی کی کوئی دلیل نہیں ۔خود احکام ثانوی کی حقیقت سے کوسوں دور ہے اور اس مبنی کی بنیاد پر تو کسی حکم ثانوی کا مصداق اور وجود باقی نہیں رہتا (جب حکم اولی کے لئے کوئی دلیل نہیں تو حکم ثانوی کے لئے کیا دلیل ہو سکتی ہے)۔

چہارم : اگر ان رسومات و عزاداریوں کے لئے کوئی دلیل یا رجحان جیسے عمومات موجود نہ ہو تو یہ رسومات بدعت اور حرام ہو جائیں گی کیونکہ شارع مقدس کی جانب سے کوئی رجحان اور استحباب کی نسبت ان کاموں میں نہ ہو تو یہ شرعی دلیل کے بغیر حرام ہیں، اس صورت میں ان موارد کے حرام ہونے کے لئے وہن کا عنوان یا حکم ثانوی کی نوبت ہی نہیں آتی حتیٰ اگر کوئی ان کاموں پر استہزاء نہ بھی کرے یا اصلاً ان کاموں سے دوسرے جذب اور خوش بھی ہوں اور ان کا شوق و اشتیاق دین کی طرف بڑھے پھر بھی ان کاموں کو ایک دینی کام کے عنوان سے انجام دینا حرام اور بدعت ہے اور اگر ان کاموں کے لئے کوئی رجحان شرعی یا دلیل شرعی موجود ہو (جیسے عرض کر آئے کہ عمومات شعائر دلیل ہیں تو اس صورت میں ان رسومات اور مناسک حج کے درمیاں کوئی فرق نہیں اور دونوں چیزیں دلیل رکھتی ہیں)۔

پنجم : ان رسومات کے لئے وہن کے عنوان کو دلیل بنا کر حرام قرار دینا " دور " (ایک چیز خود پر ہی منحصر ہو جیسے انسان حیوان ہے اور حیوان کیوں ہے اس لئے کہ انسان ہے اور

انسان کیوں ہے اس لئے کہ حیوان ہے) کا سبب بنتا ہے کیونکہ فرض یہ ہے کہ ان رسومات کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے یہ وہن مذہب ہیں اور اگر وہن مذہب کو ثابت کرنا چاہیں تو دلیل کے نہ ہونے کو دلیل بیان کیا جائے گا وہن کے عنوان کے لئے (یعنی جب ان رسومات کو وہن ثابت کرنے کی دلیل مانگی جائے تو ان رسومات کا شرعی نہ ہونے کے لئے دلیل کا موجود نہ ہونا دلیل بنایا جاتا ہے اور جب دلیل کیوں نہیں تو جواب ملے کیوں کہ یہ وہن ہیں ''توقف الشی علی نفسہ'')۔
اصل نکتہ یہاں پر ہے کہ ان شعائر حج کا مخاطب اسلامی معاشرہ ہے نہ کہ ایک غیر مسلم معاشرہ اس وجہ سے خداوند متعال فرماتا ہے : ﴿وَ الْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾ [33] اور قربانی کے اونٹ جسے ہم نے تم لوگوں کے لیے ہی شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے اس میں تمہارے ہی لیے بھلائی ہے۔

یعنی ہم نے تم لوگوں کے لیے ہی شعائر اللہ میں سے قرار دیا ہے نہ کہ کسی اور کے لئے اور اس میں خیر بھی تم ہی لوگوں کے لئے ہے نہ کہ دوسروں کے لئے اور یہ شعار فقط و فقط ایک اسلامی معاشرے کے لئے " **شعار** " ہے اور اس کو کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں بلکہ ضروری ہے کہ غیر مسلم کی عقل و معرفت کی سطح کو دیکھ کر اسلام کی دعوت کے لئے ایسا شعار و شعیرہ پیش کیا جائے جس کو وہ قبول کرتا

---

[33] الحج : 36

ہو۔

واضح ہو کہ بہت سے شعائر کا دائرہ کار مسلمانوں کے درمیان ہی محدود ہے اور یہ شعائر اسی دائرے میں اپنے خاص اثرات رکھتے ہیں اور دوسروں کا ان شعائر کے بارے میں استہزاء کرنا جو ان شعائر کی حقیقی معرفت اور عدم علم کی وجہ سے انجام پا رہا ہے، سبب نہیں بنتا ہے کہ ہم ان شعائر کو اسلام سے حذف کر دیں کیونکہ وہ ان شعائر کے مخاطب نہیں اور یہ شعائر ان کے لئے نہیں بنائے گئے بلکل اس طرح جیسے وہ اپنے مذہبی کام کہ جن کو وہ اپنے مذہب کے شعائر مانتے ہیں، وہ ہماری نظر میں بالکل ہی بیہودہ اور بیکار کام ہیں ،ترک نہیں کرتے۔

ضروری ہے کہ ان کو ایمان کی دعوت دینے کے لئے دوسرے شعائر سے مدد لی جائے وہ کام جوان کے درک اور فہم کے مطابق ہوں اور جوان کو ایمان کی لذت سے آشنا کریں جیسے اخلاق حسنہ اور اسلام کے سنہرے اصول جوان کے دلوں کو مجذوب کریں مثلاً عہد و پیان کو پورا کرنا، امانت داری، خندہ پیشانی سے ملنا، سچ بولنا یہ وہ اصول ہیں جن کے لئے معصومین علیہم السلام نے بھی حکم دیا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿**عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنِ ابْنِ عِيسَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام يَقُولُ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَ الْوَرَعِ وَ الِاجْتِهَادِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ وَ حُسْنِ الْجِوَارِ وَ كُونُوا دُعَاةً إِلَى أَنْفُسِكُمْ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ وَ كُونُوا زَيْناً وَ لَا تَكُونُوا شَيْناً وَ عَلَيْكُمْ**

﴿بِطُولِ الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ﴾ [34] ابو اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ تم پر واجب ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور پرہیزگاری اپناؤ اور اس کام میں مشقت کرو، سچ بولو، امانت کو ان کے اہل تک پہنچاؤ، اخلاق کو سنوارو، اچھے پڑوسی بنو اور لوگوں کو اپنی طرف اپنے اعمال کے ذریعے سے بلاؤ اور ہمارے لئے باعث زینت بنو نا کہ باعث ننگ و عار اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے رکوع و سجود کو طول دو۔

﴿نَقْلًا مِنْ كِتَابِ صِفَاتِ الشِّيعَةِ عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ علیہ السلام كُونُوا دُعَاةَ النَّاسِ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ لِيَرَوْا مِنْكُمُ الِاجْتِهَادَ وَ الصِّدْقَ وَ الْوَرَعَ﴾ [35] "صفات شیعہ" کتاب میں نقل ہوا ہے کہ ابی یعفور کہتے ہیں کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو اپنی زبانوں کے بغیر (اعمال کے ذریعے سے اپنے مذہب کی طرف) دعوت دو تاکہ وہ تم کو سعی و کوشش کرنے والے سچے اور متقی اور گناہوں سے پرہیز کرنے والے پائیں۔

دوسری جگہ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے صحابی سے جس کا نام زید شحام ذکر ہوا ہے، اس طرح سے فرماتے ہیں: ﴿... عَنْ أَبِي أُسَامَةَ زَيْدٍ الشَّحَّامِ قَالَ قَالَ لِي

---

[34] بحارالأنوار ج : 67 ص : 299 باب 57- الورع و اجتناب الشبهات

[35] بحارالأنوار ج : 67 ص : 299 باب 57- الورع و اجتناب الشبهات

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ؑ اقْرَأْ عَلَى مَنْ تَرَى أَنَّهُ يُطِيعُنِي مِنْهُمْ وَ يَأْخُذُ بِقَوْلِيَ السَّلَامَ وَ أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الْوَرَعِ فِي دِينِكُمْ وَ الِاجْتِهَادِ لِلَّهِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ طُولِ السُّجُودِ وَ حُسْنِ الْجِوَارِ فَبِهَذَا جَاءَ مُحَمَّدٌ ص أَدُّوا الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكُمْ عَلَيْهَا بَرّاً أَوْ فَاجِراً فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص كَانَ يَأْمُرُ بِأَدَاءِ الْخَيْطِ وَ الْمِخْيَطِ صِلُوا عَشَائِرَكُمْ وَ اشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ وَ عُودُوا مَرْضَاهُمْ وَ أَدُّوا حُقُوقَهُمْ فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ إِذَا وَرِعَ فِي دِينِهِ وَ صَدَقَ الْحَدِيثَ وَ أَدَّى الْأَمَانَةَ وَ حَسُنَ خُلُقُهُ مَعَ النَّاسِ قِيلَ هَذَا جَعْفَرِيٌّ فَيَسُرُّنِي ذَلِكَ وَ يَدْخُلُ عَلَيَّ مِنْهُ السُّرُورُ وَ قِيلَ هَذَا أَدَبُ جَعْفَرٍ وَ إِذَا كَانَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ دَخَلَ عَلَيَّ بَلَاؤُهُ وَ عَارُهُ وَ قِيلَ هَذَا أَدَبُ جَعْفَرٍ فَوَ اللَّهِ لَحَدَّثَنِي أَبِي ع أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَكُونُ فِي الْقَبِيلَةِ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ ع فَيَكُونُ زَيْنَهَا آدَاهُمْ لِلْأَمَانَةِ وَ أَقْضَاهُمْ لِلْحُقُوقِ وَ أَصْدَقَهُمْ لِلْحَدِيثِ إِلَيْهِ وَصَايَاهُمْ وَ وَدَائِعُهُمْ تُسْأَلُ الْعَشِيرَةُ عَنْهُ فَتَقُولُ مَنْ مِثْلُ فُلَانٍ إِنَّهُ لَآدَانَا لِلْأَمَانَةِ وَ أَصْدَقُنَا لِلْحَدِيثِ﴾ [36]

حضرت امام جعفر صادق ؑ نے مجھ سے فرمایا: " تم ہر اس شخص کو کہ جس کے بارے

---

[36] الكافي ج : 2 ص : 635 كِتَابُ الْعِشْرَةِ بَابُ مَا يَجِبُ مِنَ الْمُعَاشَرَةِ

میں سمجھتے ہوں کہ وہ میری اطاعت کرتا ہے اور میری بات کو مانتا ہے، میرا سلام کہنا،
میں تمہیں خداوند متعال کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اسی طرح دین میں
گناہوں سے پرہیز کرنے اور خداوند کریم کے لئے سخت کوشش کرنے، سچائی، امانت کو
ادا کرنے، طویل سجدے کرنے اور اچھا ہمسایہ بننے کی وصیت کرتا ہوں کہ اسی دین کو
رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ لائے ہیں، جس نے بھی تم پر اعتماد کیا اور کوئی امانت تمہیں دی
چاہے کسی پرہیزگار نے تمہیں امین بنایا ہے یا کسی گنہگار نے اس کی امانت اسکو پہنچاؤ
کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ سوئی دھاگے کو بھی اس کے اہل تک پہنچانے کا حکم فرماتے تھے
، اپنی قوم والوں کے ساتھ نیکی اور ان کی مدد کرو، ان کے جنازوں میں شرکت کرو، ان
کے مریضوں کی عیادت کو جاؤ، ان کے حقوق کو ان تک پہنچاؤ اگر تم میں سے کسی کو
اس کے دین میں پرہیزگار ہونے، سچا اور امانتدار ہونے اور لوگوں سے حُسنِ خلق
کے ساتھ ملنے کی وجہ سے کہا جائے کہ " یہ جعفری ہے " تو یہ مجھے بہت خوش کر دیتا
ہے کیونکہ کہا جائے گا کہ یہ جعفرؑ کی تربیت ہے اور اگر کوئی ایسا نہ ہو تو اس کی سرزنش اور
.برائی میرے اوپر آئے گی اور کہا جائے گا " یہ ہے **جعفرؑ کی تربیت** !! "
خدا کی قسم میرے والد بزرگوارؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ علی ؑ کا شیعہ جس قبیلے میں بھی
رہتا ہے اس قبیلے کی زینت کا سبب ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ امانت دار، سب کے حقوق کو
ان تک پہنچانے والا اور سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہوتا ہے سب اس کے پاس اپنی

وصیتیں اور امانتیں رکھواتے ہیں اور جب کوئی ان سے اس کے بارے میں پوچھتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس جیسا کون ہو سکتا ہے وہ ہم سب میں سے زیادہ سچا اور امانتدار ہے۔

خلاصہ یہ کہ اکثر شعائر جن کے لئے مشکلات پیش آتی ہیں اور دوسروں کے استہزاء کا سبب بنتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ان شعائر کی حدود کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں جبکہ ضروری ہے کہ مختلف علوم و فنون کے ماہر و متخصص جیسے شاعر، ادیب، خطیب، ذاکر، اور وہ جو ثقافتی اور مذہبی امور میں کام کر رہے ہیں وہ وقت کے ساتھ چھان بین اور تحقیق کریں کہ ان شعائر کا مخاطب کون ہے یہ شعائر کس کے لئے بنے ہیں تاکہ دین اسلام کے بلند معانی و مفاہیم کے درک کرنے کے لئے راہ ہموار کر سکیں۔ ضروی ہے کہ یہ شعائر دین کے ہی معانی کو بیان کرنے اور انہی معانی کے لئے علامت بنے ہوں نہ کہ دین سے باہر کسی دوسرے معنی کے لئے ان کو بیان کیا جائے یعنی وہ شعائر کسی بھی اسلامی و دینی حسّی معنی کے لئے علامت بنے ہوں۔

مومنین کا داخلی اتحاد ایمانی شعائر کا مرہون منت:

اکثر شعائر، مسلمین و مومنین کے لئے وضع ہوئے ہیں اور ان کا ہدف اور مقصد مومنین و مسلمین کے ایمان کی تقویت والٰہی اور ملکوتی رابطے کو برقرار رکھنا ہے۔ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان شعائر سے دور ہو جاتے ہیں جیسے مثلاً کسی غیر اسلامی و غیر ایمانی معاشرے میں زندگی گزارتے ہیں اور وہاں نہ اذان کی آواز سنتے ہیں نہ جماعت نظر آتی ہے

نہ ہی خداوند متعال کا کوئی نام ان کے کانوں تک پہنچتا ہے، نہ مسجد کا وجود نہ محراب اسی طرح نہ مجلس نہ ماتم نہ علم نہ پرچم نہ خیمہ نہ مشعل نہ رونے کی آواز نہ عزاداری کا شور اسی طرح نہ رمضان کی سحر و افطار نہ سحر کی مناجات نہ دعائے کمیل و دعائے ندبہ، تو آہستہ آہستہ ان کی ایمانی و اسلامی روح مر جاتی ہے اور اسلامی و ایمانی شناخت کی جگہ دوسروں کی شناخت آجاتی ہے اور اسلامی و ایمانی اقتدار ختم ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے اسلام میں شعائر کی ایک خاص اہمیت ہے دین کی بنیادیں ان شعائر کی وجہ سے مستحکم ہیں اور اس لئے شارع مقدس نے نہ صرف ان کو اپنانے بلکہ ان کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی توہین کو حرام قرار دیا ہے اگر شعائر نہ ہوں تو دین کی روح مردہ ہو جاتی ہے۔

دشمن مذہب یا مذہب کی نابودی؟

جیسے ہم بیان کر آئے کہ شیعہ معاشرے کا کسی بھی دوسرے کلچر کو اپنانا اور اسی طرح ایمانی (شیعی) شعائر کے بارے میں دوسروں کے استہزاء کرنے کی وجہ سے ان سے ہاتھ اٹھا لینا کتنے بڑے خطرے کا پیش خیمہ ہے کیونکہ یہ ایمانی سلسلے اور ملکوت کے ساتھ رابطہ ختم ہو جانے کا سبب ہے اور ایک مادی اور بے وقعت ثقافت و کلچر کے اپنانے کا سبب بنتا ہے اور دوسری طرف غیروں کی تبلیغ اور پروپگنڈے کی وجہ سے جب اجتماعی عقل صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجھنا شروع کر دے تو یہ ایک معاشرے کے لئے بدترین مصیبت ہے۔ جب کسی معاشرے سے دینی شعائر ختم ہو جائیں تو نتیجے میں لوگوں کا ملکوت کے ساتھ

رابطہ ختم ہو جاتا ہے اس وقت دین کی کوئی تعلیم ان کے لئے موثر اور فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی نہ توحید و نہ عدل نہ نبوت نہ امامت نہ قیامت نہ احکام نہ اخلاق کوئی بھی چیز اس معاشرے کو جاہلیت کے زمانے سے پھر اس توحیدی اور ملکوتی راہ پر نہیں لا سکتی بلکہ یہ معاشرہ پھر زمانہ جاہلیت کی طرح خرافات و جادو ٹونے شعبدہ بازی اور شیطان پرستی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

عصر حاضر میں خصوصاً مغربی ممالک میں یہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس طرح خرافات اور شیطانی توہمات میں مبتلا ہیں اور یہ فقط و فقط ان آسمانی و ملکوتی شعائر سے دور ہونے کے سبب ہے ان کی روح کا رابطہ ملکوت اور ملکوتیوں، عرش اور عرش والوں سے نہیں یہ ملکوتی رابطہ فقط و فقط ان شعائر ایمانی خصوصا شعائر حسینیؑ کا مرہون منت ہے جس کی وجہ سے دین کی رونقیں باقی ہیں اور دشمن انہی شعائر حسینیؑ کو وہن مذہب کے بہانے سے ختم کر کے دین کی بنیادوں کو ختم کرنے کے درپے ہے۔

تمام ادیان میں ان کے سرپرستوں اور نبیوں علیہم السلام کے بعد خرافات و عقل کے منافی دستورات نے جنم لیا مگر یہ دین اسلام ہے کہ اس کی اصالت ابھی بھی باقی ہے یہ فقط و فقط شعائر حسینیہؑ کی وجہ سے ہے کیونکہ دوسرے ادیان میں کوئی حسین علیہ السلام نہیں کہ جس کے شعائر دین کی حفاظت کریں اور ملکوت و امام وقت کے ساتھ تعلق جوڑے رکھیں جب یہ تعلق ٹوٹے گا تو نور اہلبیت علیہم السلام کی جگہ شیطان اور شیطنت کی ظلمتیں آجائیں گی۔

مکتب اہل بیت علیہم السلام سے ہٹنے والے مذاہب اسلامی اور غیر اسلامی ادیان میں خرافات کے چند نمونے:

خداوند قادر مطلق کو نعوذ باللہ ایک عاجز اور جاہل اور نادان اور اتنا پست بنا دیا ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی مثلاً گھروں کا ایڈریس (فرشتوں) کو غلط بتاتا ہے [37] کبھی کبھی اپنے بھیجے ہوئے نبی کے ساتھ کُشتی لڑتا ہے [38] جب عرش پر بیٹھتا ہے تو عرش وزن کے زیادہ ہو جانے کے سبب چلاتا ہے [39] کبھی کبھی کعبے کی چھت پر آتا ہے تو کبھی اپنا پیر جہنم میں ڈالتا ہے [40] کبھی اپنے کرادار و اخلاق سے پشیمان ہو جاتا ہے اور پیدا بھی کرتا ہے اور پیدا بھی ہوتا ہے [41] اس کا بھیجا ہوا رسول کبھی کفر بولتا ہے [42] تو کبھی بتوں کو پوجتا ہے اور بت خانہ بناتا ہے [43] اور کبھی فریب اور دھوکے سے خدا کے پاس سے نبوت کو چوری کر لیتا ہے [44] اور نبی و رسول نعوذ باللہ اتنا جاہل ہے کہ اس کو پتا نہیں چلتا کہ اس پر نازل ہونے والا

---

[37] کتاب مقدس یہودیان و مسیحیان ۔ عہد عتیق ۔ کتاب پیدائش : 3/8-10

[38] کتاب مقدس یہودیان و مسیحیان ۔ عہد عتیق ۔ کتاب خروج : 12/1-21

[39] الدر المنثور ۔ سیوطی جلد 1 صفحہ 327 ۔ کنز العمال ۔ متقی ھندی جلد1 صفحہ 324 ۔ مجمع الزوائد ۔ ھیثمی جلد 10 صفحہ 159

[40] صحیح البخاری جلد 6 صفحہ 47 ۔ جلد 7 صفحہ 224 ۔ جلد 8 صفحہ 166 ۔ صحیح المسلم جلد 8 صفحہ 151 ۔ سنن ترمزی جلد 4 صفحہ 93

[41] کتاب مقدس یہودیان و مسیحیان ۔ عہد عتیق ۔ کتاب پیدائش : 6/3-7

[42] کتاب مقدس یہودیان و مسیحیان ۔ عہد عتیق ۔ کتاب اعداد : 11/11-14

[43] کتاب مقدس یہودیان و مسیحیان ۔ عہد عتیق ۔ اول پادشاہان : 11/1-8

[44] کتاب مقدس یہودیان و مسیحیان ۔ عہد عتیق ۔ کتاب پیدائش : 27/1-40

فرشتہ جبریل ہے یا شیطان نے اس کے ساتھ چکر چلایا ہے ؟ "[45]

اس کے علاوہ یہی نبی و رسول ایسے کام کرتا ہے جس کو ایک عام آدمی انجام دینے سے شرم و عار محسوس کرتا ہے۔ "[46]

جب احکام اور آداب و رسومات کی طرف نظر دوڑائیں تو وہ اس سے زیادہ بیہودہ ہیں مثلاً خون یا کسی دوسرے سرخ رنگ سے ملی ہوئی روٹی کھانا تاکہ خداوند ان کے گوشت اور خون میں مخلوط ہو جائے اور اس طرح وہ خدا کے بیٹے بن جائیں "[47] یا مثلاً ہر ظالم اور ستمگر حاکم کی بغیر کسی اعتراض اور لب کشائی کے اطاعت کرنا اور اگر ایسا نا کیا گیا تو وہ دین سے خارج ہو جائیں گے "[48] نماز کی حالت میں آب دہان (تھوک) کو اپنے پاوں کے نیچے پھینکیں نہ کہ کعبے کی طرف تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ آب دہن (تھوک) ان کے خدا کے چہرے پر لگے "[49] اور اسی طرح کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ نمازی کے آگے سے گزر جائے اور اگر

---

[45] صحیح البخاری جلد 1 صفحہ 2-4 .جلد 6 صفحہ 86-88 اور جلد 8 صفحہ 67 اسی طرح صحیح المسلم جلد 1 صفحہ 97 اور یہی عقائد عیسائیوں کے ہیں دیکھیں کتاب عہد جدید . انجیل متی 13-3/6 .23/16 . انجیل لوقا : 1.1 . اول تا لونبکیان :18/2

[46] مثلاً لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے اور اپنے ساتھی کو کہتا ہے کہ دور نہ جاؤ آؤ میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ : صحیح البخاری جلد 1 صفحہ 62 . 221 . 225 . 225 ۔اپنی گھروالی کو کاندھوں پر اٹھا کر ناچ گانے دکھاتا ہے: صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 11 .431 . اور جلد 1 صفحہ 162 . 970 . 2901 . 2907 . 3529 . 3931 . 5190 . 5236 . صحیح المسلم جلد 3 صفحہ 22 . 2072 . 2078

[47] یہ رسم عیسائی عشائے ربانی کے نام پر انجام دیتے ہیں تاکہ جناب مسیح انکے گوشت اور کھال میں داخل ہو جائے

[48] سنن ابی داوود جلد ۱ صفحہ 369 . 2533 . سنن الکبری : بیہقی جلد 3 صفحہ 121

[49] صحیح البخاری جلد 1 صفحہ 106 . 116 . 417 . جلد 2 صفحہ 62 . 1211

کوئی گزر جائے تو نمازی کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کو قتل کر دے کیونکہ اس کے آگے سے گزرنے کی وجہ سے ان کا خدا (کہ جو ایک بت ہے جس کے سامنے یہ بیٹھے ہیں) کے ساتھ رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔ [30]

اس طرح کی ہزاروں خرافات ان مذاہب و ادیان میں موجود ہیں جو انہوں نے ایک دوسرے سے کسب کی ہیں؛ غیروں کے عقائد ان مذاہب میں داخل ہوئے ہیں اور اب ایک علمی اور محکم و سنجیدہ عقائد کے طور پر ان کے ذہنوں میں موجود ہیں اور وہ ان پر اعتقاد راسخ رکھتے ہیں، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے امامت الٰہی اور خلافت ربانی سے جدا ہو کر ایک نئی راہ بنالی اور اس امامت الٰہی سے وابستہ ہونے کا واحد راستہ شعائر حسینی سے منسلک ہونا ہے۔

اسی وجہ سے شعائر، دین کے بنیادی رکن ہیں جن کی بقا دین کے تمام اجزاء کی بقا کی ضامن ہے اور شعائر کو کمزور کرنا، دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے اور اس کے مقابل شیطانی امور اور مادی امور کی تقویت کرنا ہے۔

اسی وجہ سے شیخ بہائی رحمہ اللہ سے نقل ہوا ہے کہ اگر کسی شہر کی مساجد سے اذان کی آواز نہ آئے تو حاکم مسلمین کے لئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کا اعلان کرے کیونکہ یہ

---

[30] صحیح :البخاری جلد 1 صفحہ 129 ، [illegible] ۔ صحیح : المسلم جلد 2 صفحہ 58 ، سنن الکبری :بیھقی جلد 2 صفحہ 268 ، مجمع الزوائد : ھیثمی جلد2 صفحہ 61

اذان اس شہر کے لوگوں کا ملکوت و دین و مذہب کے ساتھ رابطہ ہے جس کو ضروری ہے کہ باقی رکھا جائے۔

۶. اپنے آپ کو تکلیف دینا (اضرار بہ نفس):

عزاداری کی بعض رسومات پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ عزاداری کا طریقہ سبب بنتا ہے جسم کو نقصان و ضرر پہنچانے کا اور شریعت میں اضرار بہ نفس (ایسا ضرر و نقصان جو مہم ہو اور قابلِ چشم پوشی نہ ہو) حرام ہے بنا بر ایں اگرچہ یہ رسومات عنوانِ اولی کے حساب سے حلال ہیں مگر عنوانِ ثانوی کے اعتبار سے حرام ہیں۔ اس اشکال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اضرار بہ نفس کے دلائل اس ضرر کو شامل نہیں جس کو کوئی فضیلت کی راہ میں برداشت کرتا ہے، یہ بات تفصیلاً فقہی اور اصولی ابحاث میں سے ہے یہاں فقط یہ مطلب روشن کرنے کے لئے ہم صرف ۳ تین مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ فضائل کو حاصل کرنے کی راہ میں ضرر کا برداشت کرنا:

اضرار بہ نفس کے دلائل جیسے اپنے آپ کو قتل کرنے کا حرام ہونا یا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا مذکورہ ضرر کو شامل حال نہیں ہوتا اور یہ دلائل عنوان بالا سے انصراف رکھتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کو شریعت نے راجح اور پسندیدہ قرار دیا ہو اس کو حاصل کرنے کی راہ میں انسان کو اگر کسی ضرر و تکلیف آتی ہے تو "اضرار بالنفس" کے دلائل اس ضرر کو شامل

نہیں ہوتے حتیٰ اگر اس راہ میں انسان کو کوئی عضو ہی کیوں نہ ضائع ہو جائے یا حتیٰ اس راہ میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے ، ہاں اگر معاشرے میں کسی نیکی کو پھیلانے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی دوسری دلیل مانع نہ ہو تو پھر بھی یہ دلائل اِضرار شامل نہیں ہوتے ، یہ دلائل ، ضرر کے فقط ان موارد کو شامل ہوتے ہیں جو کسی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے نہ ہوں۔

بہت ساری روایات ان موارد میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے کچھ کو ہم ذکر کرتے ہیں :

ا۔ ا) وہ روایات جن میں اپنی عرض (ناموس) ، جان و مال کے دفاع کرنے کو لازم یا جائز جانا گیا ہے:

پہلی روایت :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رسول اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : **﴿مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلِمَتِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ﴾** [51]، جو مظلمہ کے دفاع میں قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔

---

[51] الكافي ج : 5 ص : 52 **بَابُ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلِمَتِهِ**

دوسری روایت:

اس روایت میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ﴿مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلِمَتِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا مَرْيَمَ هَلْ تَدْرِي مَا دُونَ مَظْلِمَتِهِ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يُقْتَلُ دُونَ أَهْلِهِ وَ دُونَ مَالِهِ وَ أَشْبَاهِ ذَلِكَ فَقَالَ يَا أَبَا مَرْيَمَ إِنَّ مِنَ الْفِقْهِ عِرْفَانَ الْحَقِّ﴾ [52] ''جو شخص ''مظلمۃ'' کے دفاع میں مارا جائے تو وہ شہید ہے، پھر امامؑ نے فرمایا: اے ابو مریم کیا تمہیں پتا ہے کہ '' دُونَ مَظْلِمَتِهِ '' کا معنی کیا ہے؟ تو میں (راوی ابو مریم) نے کہا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں '' دُونَ مَظْلِمَتِهِ '' کا معنی یہ ہے کہ انسان اپنے اہل و عیال یا اپنے مال و متاع یا انہی جیسی چیزوں کے دفاع میں مارا جائے، تو امام علیہ السلام نے فرمایا اے ابو مریم: بیشک حق کی پہچان فقہ سے ہوتی ہے''۔

تیسری روایت:

راوی حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتا ہے: ﴿عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنِ الرِّضَا عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ فِي السَّفَرِ وَ مَعَهُ جَارِيَةٌ لَهُ فَيَجِيءُ قَوْمٌ يُرِيدُونَ أَخْذَ جَارِيَتِهِ أَ يَمْنَعُ جَارِيَتَهُ مِنْ أَنْ تُؤْخَذَ وَ إِنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْقَتْلَ قَالَ

---

[52] الكافي ج: 5 ص: 52 بَابُ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلِمَتِهِ

عزاداری حسین بن علی ؑ بدعت یا سنت؟

نَعَمْ قُلْتُ وَ كَذٰلِكَ إِنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَ كَذٰلِكَ الْأُمُّ وَ الْبِنْتُ وَ ابْنَةُ الْعَمِّ وَ الْقَرَابَةُ يَمْنَعُهُنَّ وَ إِنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْقَتْلَ قَالَ نَعَمْ [قُلْتُ] وَ كَذٰلِكَ الْمَالُ يُرِيدُونَ أَخْذَهُ فِي سَفَرٍ فَيَمْنَعُهُ وَ إِنْ خَافَ الْقَتْلَ قَالَ نَعَمْ﴾ [1] " امام ؑ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو سفر میں اپنی کنیز کے ساتھ ہے کچھ لوگ (ڈاکو) اس سے وہ کنیز چھیننا چاہتے ہیں کیا یہ شخص اس خوف کے باوجود کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیا وہ ان لوگوں کو کنیز چھیننے سے روک سکتا ہے؟ امام ؑ نے فرمایا: ہاں وہ روک سکتا ہے، راوی نے پوچھا اگر اس کے ساتھ بیوی ہو پھر بھی روک سکتا ہے؟ امام ؑ نے فرمایا: ہاں وہ روک سکتا ہے راوی نے پوچھا اگر اس کے ساتھ ماں، بیٹی چچازاد بہن اور قریبی رشتہ دار خواتین میں سے کوئی ہو تو کیا پھر ان کا دفاع کر سکتا ہے اگرچہ اسے قتل ہو جانے کا بھی خوف ہو؟ امام ؑ نے فرمایا: ہاں دفاع کر سکتا ہے راوی نے پھر پوچھا کہ اگر سفر میں اس کے پاس مال ہو جسے وہ لوٹنا چاہیں تو کیا وہ جان کے خوف کے باوجود مال کا دفاع کر سکتا ہے؟ تو امام ؑ نے فرمایا: ہاں مال کا بھی دفاع کر سکتا ہے۔

---

[1] الكافي ج: ۵ ص: ۵۱ بَابُ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلِمَتِهِ

تمام فقہاء اس طرح کے دفاع کو کہ جس میں جان جانے یا کسی عضو کے ضایع ہو جانے کا خوف ہو جائز یا واجب جانتے ہیں۔[54]

بنا بر ایں اگر ایک شخص کا دنیوی مال یا جان و ناموس کے دفاع کرنے میں کسی ضرر و نقصان کا اٹھانا حرام اور ممنوع نہیں بلکہ راجح و واجب ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان موارد میں دو چیزوں کے درمیان انتخاب کرنا ہے ایک جان و مال کی حفاظت کرنا یا اس کے مقابل فضیلت کی حفاظت کرنا، ظالم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا اور ذلت کے بوجھ تلے دب نہ جانا چاہے قتل ہی کیوں نہ ہونا پڑے ، یہ ایک نہی عن المنکر ہے۔ جب مادی موارد میں اس طرح ہے تو شعائر حسینیؑ کہ جو اسلام و ایمان اور تمام اجزاء اسلام کے قِوام و بقا کا سبب ہیں ان میں شخصی ضرر اور نقصان بطور اولیٰ ان کو انجام دینے میں مانع واقع نہیں ہوتا اور یہ رجحان حتیٰ عنوان ثانوی کے اعتبار سے بھی ختم نہیں ہوتا۔

۲-۱) قرآن مجید میں حضرت یعقوبؑ کا قصہ:

جس میں وہؑ جناب یوسفؑ کے فراق میں اتنے روئے کہ اپنی آنکھوں کا نور گنوا بیٹھے (آنکھیں جسم کا اشرف حصہ ہے) جب کہ وہ جانتے تھے کہ ان کا اس طرح رونا ان کی آنکھوں

---

[54] المبسوط . شیخ طوسی : جلد 7 صفحه 279 – تذكرة الفقهاء . علامه حلی : جلد 9 صفحه 435 – ذكرى الشيعة . شهید اول : جلد 1 صفحه 343 – جامع المقاصد . محقق کرکی : جلد 1 صفحه 365 – مسالک الإفهام . شهيد ثانی : جلد 15 صفحه 51 – مجمع الفائدة . محقق اردبیلی : جلد 13 صفحه 302 کشف اللثام . فاضل بندی : جلد 10 صفحه 650 – رياض المسائل . سید علی طباطبائی :جلد 13 صفحه 628 – جواهر الكلام . محمد حسن نجفی : جلد 11 صفحه 588 ، و . . . .

کے لئے نہایت ہی نقصان دہ ہے مگر انہوںؑ نے اس کام کو انجام دینا نہ چھوڑا حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی، اور مزید رونا ان کی جان کے لئے بھی خطرہ بن گیا جس کی طرف ان کے بیٹوں نے انؑ کو خطرے سے آگاہ کیا: ﴿... قَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ * قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ * قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾[55] "... اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس یوسف پر ہائے افسوس اور رنج و الم میں انکی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا * بیٹے کہنے لگے کہ واللہ آپ تو یوسف کو اسی طرح یاد ہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے * انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے غم و اندوہ کا اظہار اللہ سے کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

خداوند اپنے معصوم بندے کے اس کام کو قرآن میں عبرت اور وعظ و نصیحت کے عنوان نقل کر رہا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ

[55] سورہ یوسف 81 ، 85 ، 86

یُؤمِنُونَ﴾[56] "بے شک ان کے قصوں میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے جو اپنے دل سے بنائی گئی ہو بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں یہ انکی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے"

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے دونوں آیات سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے پر استشھاد کیا ہے[57] یہ گریہ اور رونا صرف اس وجہ سے تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جناب یوسف علیہ السلام جیسی جامع الفضائل اور مقام نبوت کی حامل شخصیت کو ہاتھ سے دے بیٹھے

---

[56] سورہ یوسف آیت 111

[57] كامل الزيارات صفحه 107 الباب الخامس و الثلاثون بكاء علي بن الحسين على الحسين بن علي

حدیث ۱:... عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ بَكَى عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَى أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ص عِشْرِينَ سَنَةً أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً وَ مَا وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَعَامٌ إِلَّا بَكَى عَلَى الْحُسَيْنِ حَتَّى قَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَ حُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَ أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لا تَعْلَمُونَ. إِنِّي لَمْ أَذْكُرْ مَصْرَعَ بَنِي فَاطِمَةَ إِلَّا خَنَقَتْنِي الْعَبْرَةُ لِذَلِكَ۔

حدیث ۲: ...أَشْرَفَ مَوْلًى لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ع وَ هُوَ فِي سَقِيفَةٍ لَهُ سَاجِدٌ يَبْكِي فَقَالَ لَهُ يَا مَوْلَايَ يَا عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ أَ مَا آنَ لِحُزْنِكَ أَنْ يَنْقَضِيَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَ قَالَ وَيْلَكَ أَوْ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَ اللَّهِ لَقَدْ شَكَا يَعْقُوبُ إِلَى رَبِّهِ فِي أَقَلَّ مِمَّا رَأَيْتَ حَتَّى قَالَ يَا أَسَفى عَلى يُوسُفَ أَنَّهُ فَقَدَ ابْناً وَاحِداً وَ أَنَا رَأَيْتُ أَبِي وَ جَمَاعَةَ أَهْلِ بَيْتِي يُذْبَحُونَ حَوْلِي....

تھے اور جناب یعقوب علیہ السلام کے رونے کے نتیجے میں آنکھوں کی بینائی کا چلا جانا اور حتیٰ مر جانے کا خوف بھی جناب یوسف علیہ السلام پر رونے سے مانع نہیں ہوا نہ ہی خداوند متعال نے انکو اس کام پر سرزنش کی بلکہ ان کے کام کو کائنات کے لئے نمونہ اور عبرت بنایا ہے کیونکہ جناب یعقوب علیہ السلام کا ہلاکت کی حد تک یوسفؑ کی یاد میں رونا خود فضیلت کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

۳-۱) حضرت امام سجاد علیہ السلام آیات قرآنی سے استشہاد:

(جیسے اوپر ذکر کیا کہ انہوںؑ نے ان دو آیتوں سے استشہاد کیا ہے) اپنے بابا اور ان کے اعوان و انصار کے غم میں اتنا روتے تھے کہ ممکن تھا ان کا اس طرح رونا ان کی جان جانے کا سبب بنتا یعنی وہ تلف نفس کی حد تک روتے تھے کہ امام علیہ السلام کے غلام نے عرض کیا:

﴿حَتَّى قَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ﴾ " میرے ماں باپ آپؑ پر قربان اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ اپنی جان ہی نہ دے دیں تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَ حُزْنِي إِلَى اللهِ وَ أَعْلَمُ مِنَ اللهِ مَا لا تَعْلَمُونَ ، إِنِّي لَمْ أَذْكُرْ مَصْرَعَ بَنِي فَاطِمَةَ إِلَّا خَنَقَتْنِي الْعَبْرَةُ لِذَلِكَ﴾ [58]

---

[58] كامل الزيارات . ابن قولويه : صفحه 107.الباب الخامس و الثلاثون بكاء علي بن الحسين على الحسين بن علي حديث اول - وسائل الشيعة . شيخ حر عاملی : جلد 3

" میں صرف و صرف اپنے غم واندوہ کا اظہار اللہ سے کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ، میں جب بھی اولادِ فاطمہ علیہا السلام کی شہادت کو یاد کرتا ہوں تو میرا دل گریہ اور غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے"۔

امام علیہ السلام اس گریہ کیلئے جو راہ فضیلت میں تھا اس میں اپنی جان جانے کے ضرر کو کوئی حیثیت نہیں دے رہے ہیں، اسی طرح کی دوسری مثالیں معصومین علیہم السلام کی زندگی میں کثرت کے ساتھ پائی جاتیں ہیں جن میں حضرات معصومین علیہم السلام "ذکر مصائب" میں بے تاب ہو کر بیہوش ہو جاتے تھے جبکہ معصومین علیہم السلام کو پتا ہے کہ بیہوشی انسان کو موت کی حد تک لے جاتی ہے پھر بھی وہ اختیاراً اس طرح گریہ فرماتے تھے [59]

۴-۱) حالت اغماء اور اہل بیت علیہم السلام :

امیر المومنین علی علیہ السلام اور دوسرے معصومین علیہم السلام پر دعا اور مناجات میں " اغماء" (syncope) یعنی غشی طاری ہو جاتی تھی ، خداوند متعال کے ساتھ مناجات کی حالت میں معصومین و خصوصاً امیر المومنین علی علیہ السلام کے لئے اس غشی کی حالت کو سنی و شیعہ سب نے نقل کیا ہے اور جیسے عرض کر آئے کہ غشی کی حالت میں حکماء (Doctors) کے بہ قول فوت ہو جانے کے خطرات بہت زیادہ ہو جاتے ہیں حتی کہ جو

صفحہ 281 ، ابواب الدفن باب 87 - المناقب ، ابن شہر آشوب : جلد 4 صفحہ 166 - بحار الانوار ، علامہ مجلسی : جلد 46 صفحہ 108

[59] عیون اخبار الرضا ، شیخ صدوق : جلد 2 صفحہ 263

لوگ امام ؑ کو اس حالت میں دیکھتے تھے وہ یقین کر لیتے تھے کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں جیسے ابو الدرداء کا واقعہ مشہور ہے جس میں ابو درداء نے امیر المومنین علی ؑ کو باغ میں مناجات کرتے دیکھا اس کے بعد امام ؑ غشی کی حالت میں زمین پر گرے اور ایک سوکھی لکڑی کی طرح بے حرکت تھے ابو درداء نے اطمینان کی خاطر امام ؑ کو جنجھوڑا مگر امامؑ کی طرف سے جب کوئی حرکت اور زندگی کی علامت کو محسوس نہ کیا تو کہا : **﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ مَاتَ وَاللّٰهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِب﴾** اور تیزی سے علی ؑ کے گھر آیا تاکہ بی بی حضرت فاطمہ ؑ کو حضرت علی ؑ کی وفات کی خبر دے سکے[60]

اتنی سختی اپنے جسم پر اٹھانا حتی کہ جس میں جان جانے کا خطرہ زیادہ ہو یہ فضائل کو حاصل کرنے میں مانع واقع نہیں ہوتا اور "اضرار بہ نفس کا قاعدہ" ان موارد کو شامل نہیں ہوتا۔

۵-۱) خطبہ ہمام (خطبۃ المتقین):

امیر المومنین علی ؑ کے خطبہ ہمام (جس کو خطبہ متقین بھی کہتے ہیں) کے آخر میں جب آپ کے صحابی ہمام بن شریح متقین کی صفات کو سننے کے بعد وفات پا گئے تو فرمایا: **﴿هٰكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِأَهْلِهَا﴾** "بیشک اس طرح کے بلیغ مواعظ حسنہ

---

[60] الأمالي للصدوق ص : 78 المجلس الثامن عشر حديث 9

اپنے اہل پر اس طرح ہی اثر کرتے ہیں "۔

جب کہ امام علیہ السلام کو پتا تھا کہ " ہمام " اس طرح اچانک ہلاک ہو جائے گا، اور اسی وجہ سے آپؑ خطبے سے پہلے ہی جناب ہمّام کے سامنے متقین کی صفات بیان کرنے سے پرہیز کر رہے تھے اور اس کے سوال کا جواب نہیں دے رہے تھے مگر جب اس نے اصرار کیا تو علی علیہ السلام نے وہ خطبہ اس انداز میں پڑھا کہ ہمام کی جان لے گیا"[61]

۱-۶) نہج البلاغہ کا ایک اور خطبہ :

جب معاویہ کے لشکر نے شہر انبار پر حملہ کیا اور پورے علاقے کو غارت کیا تو اس وقت امیر المومنین علی علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے ضمن میں فرمایا : ﴿وَ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ وَ الْأُخْرَىٰ الْمُعَاهِدَةِ فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَ قُلُبَهَا وَ قَلَائِدَهَا وَ رُعُثَهَا مَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا بِالِاسْتِرْجَاعِ وَ الِاسْتِرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَافِرِينَ مَا نَالَ رَجُلًا مِنْهُمْ كَلْمٌ وَ لَا أُرِيقَ لَهُمْ دَمٌ فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِماً مَاتَ مِنْ بَعْدِ هَذَا أَسَفاً مَا كَانَ بِهِ مَلُوماً بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيراً﴾ [62] "مجھے تو یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ اس جماعت

---

[61] نہج البلاغہ. شریف رضی : خطبہ 193 - اصول کافی . شیخ کلینی : جلد 2 صفحہ 227 بَابُ الْمُؤْمِنِ وَ عَلَامَاتِهِ وَ صِفَاتِهِ - ینابیع المودة .قندوزی : 217

[62] نہج البلاغہ . شریف رضی : خطبہ 27

کا ایک آدمی مسلمان اور (کافرہ) ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور اس کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) او گلوبند اور گوشوارے اتار لیتا تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا سوا اس کے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُون کہتے ہوئے صبر سے کام لیں اور اس سے رحم کی التجا کریں۔ پھر وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے!! نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا۔ **اب اگر کوئی مسلمان اس سانحہ کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اس کی ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے"۔**

ضروری ہے کہ ہم اس طرف توجہ کریں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام "حق" کا میزان و معیار ہیں ان کی بات میں کوئی مبالغہ نہیں وہ ان چاپلوس اور مادی فائدوں کو نظر میں رکھنے والے سیاست دانوں کی طرح نہیں ہیں کہ کسی بات کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کریں، امام علیہ السلام کی بات عین حق و حقیقت ہے وہ فرما رہے ہیں کہ: ایک اسلامی حکومت کی حدود کی ہتکِ حرمت کرنا، علوی حکومت کی سرحدوں کو پامال کرنا چاہے ایک ذمی کافرہ عورت کہ جس کو اسلامی حکومت نے پناہ دی ہے، کی اہانت و توہین اور ہراساں کرنے کے ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو مجھ علیؑ کے نزدیک اتنی اہم ہے کہ اگر یہ بات فقط سن کر ہی کوئی کامل الایمان مسلمان مر بھی جائے تو اس کا یہ حق بنتا ہے!!۔

اب میں سوال کرتا ہوں کہ شہر انبار کے اس واقعہ میں اسلام، قرآن اور ولایت

کی زیادہ ہتک حرمت ہوئی تھی یا جو کچھ کربلا میں ہوا اُس میں ؟ کسی مسلمان کا ایک یہودی عورت کہ جو اسلام کی سرحدوں میں ہو ، اس کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) او گلو بند اور گوشوارے اتارے جانے کی خبر سن کر مرجانا برحق اور صحیح ہے تو خاندان عصمت و وحی کی خواتین و مستورات کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) او گلو بند اور کانوں سے گوشوارے چھینے جانے پر کسی کا مرجانا کیسے نا جائز ہوسکتا ہے!!؟

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت سے موارد سے صرف نظر کر رہے ہیں جو سب کے سب اس بات پر گواہ ہیں کہ "اِضرار بالنفس و خود کو تکلیف دینا" کے دلائل و موارد بطور کلّی ان موارد سے کہ جن میں کسبِ فضائل اور راہ فضیلت میں ضرر و نقصان سہنے پڑتے ہیں انصراف رکھتے ہیں اور ان موارد کو شامل ہی نہیں ہیں [63]۔

۲۔ شعائر حسینیؑ، شخصی ضرر و نقصان سے زیادہ مہم ہیں :

اِضرار بہ نفس یا نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کو حرام قرار دینے والی دلیلوں کو جب احکام اولیہ (مثلاً مستحب واجب و غیرہ) پر مقدم کریں گے تو دلیلوں کا آپس میں تزاحم ہوگا اس صورت میں ضروری ہے کہ دیکھا جائے گا کہ آیا وہ ضرر و نقصان جو انسان کو اس فعل کے

---

[63] مترجم : یعنی یہ کچھ ذکر شدہ موارد کا اس کلی حکم سے خارج ہونا تخَصُّصی ہے نا کہ تخصِیصی یعنی یہ کلی حکم ان موارد کو شامل ہی نہیں کہ ہم ان موارد میں استثناء کے قائل ہو کر ان کو تخصیصی طور پر خارج سمجھیں ۔

انجام دینے کی وجہ سے پہنچ رہا ہے وہ مہمتر ہے یا وہ فعل کہ جس کی وجہ سے انسان کو ضرر و نقصان پہنچ رہا ہے مہم ہے ، اس صورت میں جو زیادہ مہم ہوگا اس کو انجام دیا جائے گا اور اس کو مقدم کیا جائے گا ۔

مثلاً نماز اور ہر اس کام کے لئے جس میں غسل یا وضو سے ہونا ضروری ہے ان موارد میں وضو و غسل کے وجوب کا حکم انسان کو چھوٹے سے ضرر و نقصان جیسے بخار کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے اور انسان کے لئے ضروری ہے کہ بخار میں پانی کے استعمال کرنے سے اجتناب کرے اگر پانی کا استعمال اس کے لئے ضرر کا باعث ہو ، مگر مردہ جانور کا گوشت یا سور کا گوشت کے کھانے کی حرمت صرف اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب ضرر جان کے جانے تک پہنچ جائے یعنی ان جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے فقط ایک صورت میں یہ مباح ہو جاتا ہے جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ ہلاک ہو جانے کی حد تک پہنچ جائے ۔ بنابرایں ممکن ہے کہ دین کی بعض فروعات کے مسائل میں ایک چھوٹا سا ضرر اس شرعی حکم کو ختم کردے (جیسے وضو و غسل میں پانی کا استعمال) لیکن دین کے اصلی اور رکنی احکام میں کتنا بھی بڑا ضرر ان کے حکم کو ختم نہیں کر سکتا ، اسی وجہ سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا قتل کے خوف کے باوجود اور قتل جیسے ضرر کے باوجود کبھی ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ جہاد کا ملاک و معیار جان کی حفاظت کے معیار سے کہیں زیادہ بلند و قوی ہے چاہے اس میں ایک شخص کی جان جائے یا کچھ بندوں کی ، گرچہ جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جو کچھ آگے بیان کریں گے اس حساب سے اضرار بنفس کے دلائل ابواب جہاد کو اصلاً شامل ہی نہیں کہ ان

دونوں کے درمیان تزاحم ہو اور ہم " اہم کو مہم " پر ترجیح دیں ۔ اس مقدمے کے روشن ہو جانے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ شعائر حسینیؑ کو قائم کرنے کا معیار اور ملاک اس سے کہیں بلند اور اہم ہے کہ ایک شخصی ضرر کی وجہ سے ہم ان کے انجام دینے کو ترک کر دیں ، روایات میں بہت سے ایسے موارد موجود ہیں جن میں شعائر حسینیؑ کی فکر بشر سے کہیں زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے ، یہ شعائر حسینیؑ ہی ہیں جن کی وجہ سے دینِ اسلام ، توحید و نبوت ، امامت و معاد ، تمام ادیان الٰہی کی خوبیاں اور انسانی اقتدار اور فضائل باقی ہیں اور یہی شعائر شیطانی و جاہلی کے عقائد و رذائل کی دلدل سے انسان کو بچاتے ہیں۔

شعائر حسینیؑ کو بیان کرنے والی روایات :

وہ روایات جو شعائر حسینیؑ کی عظمت کو بیان کرتی ہیں ان کے مختلف موضوعات ہیں جن میں سے ہم فقط دو ۲ اہم موضوعات کو بیان کرنے والی روایات کا کلی منظر نامے کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں کئی سو ۱۰۰ روایات موجود ہیں۔

پہلا دستہ :

کافی روایات وارد ہوئی ہیں جن میں معصومین علیہم السلام نے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی طرف شوق و رغبت شدید لحن میں بیان فرمایا ہے جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ اس دور میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر جانا عضو کے کاٹے جانے اور قتل و مال کی غارت کی

صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد ہی ممکن تھا جیسا کہ متوکل عباسی لع اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کو منہدم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، اس وقت اسی متوکل لعین کے زمانے میں امام علی النقی علیہ السلام ایک شخص کو کربلا بھیجتے ہیں کہ وہ جا کر حرم امام حسین علیہ السلام میں میرے لئے دعا کرے[64]

اس زمانے میں زیارت امام حسین علیہ السلام پر جانا ضرر اور خطرے سے خالی نہیں تھا مگر معصومین علیہم السلام مومنین کو زیارت پر تشویق اور ترغیب دلاتے تھے حتیٰ کہ بعض روایات میں تصریح ہوئی ہے کہ قتل و قید کے خوف کے باوجود زیارت کو ترک نہ کرو، یہ ساری روایات وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ شعائر حسینیؑ کی حفاظت (زیارت بھی ان میں سے ایک ہے) انسان کی جان و مال سے کہیں زیادہ اہم ہے۔
اس طرح کی روایات ہماری حدیثی کُتب میں بہت وسیع تعداد میں موجود ہیں[65]
ہم ان میں سے کچھ کا یہاں ذکر کرتے ہیں

1) ﴿عَنْ زُرَارَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ علیہ السلام مَا تَقُولُ فِيمَنْ زَارَ أَبَاكَ عَلَى خَوْفٍ قَالَ يُؤْمِنُهُ اللَّهُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَ تَلَقَّاهُ الْمَلَائِكَةُ بِالْبِشَارَةِ وَ يُقَالُ لَهُ

---

[64] الكافي جلد : 4 صفحه : 56

[65] كامل الزيارات . ابن قولويه - وسائل الشيعة . شيخ حر عاملی : ابواب المزار . باب 45 و 40 و 37 و 38 و 74 فروع کافی . شیخ کلینی : جلد 4 صفحه 582 و 583 - مصباح المتهجد . شیخ طوسی : صفحه 716 - بحار الانوار . علامه مجلسی : جلد 98 صفحه 1 سے لے کر 118 . اور دوسرے منابع

﴿لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي فِيهِ فَوْزُكَ﴾ [66] " جناب زرارہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو خوف اور وحشت کی حالت میں آپ کے بابا (امام حسین علیہ السلام) کی زیارت کو جائے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: (اس کی جزا یہ ہے کہ) خداوند اس کو قیامت کے دن کی وحشت سے امان میں رکھے گا اور ملائکہ بشارتوں کے ساتھ اس کے استقبال کو جائیں گے اور اس کو کہیں گے کہ نہ ڈرو اور نہ ہی کسی چیز کا غم کرو آج تماری کامیابی کا دن ہے"۔

2) ﴿عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْزِلُ الْأَرَّجَانَ وَ قَلْبِي يُنَازِعُنِي إِلَى قَبْرِ أَبِيكَ فَإِذَا خَرَجْتُ فَقَلْبِي مُشْفِقٌ وَجِلٌ حَتَّى أَرْجِعَ خَوْفاً مِنَ السُّلْطَانِ وَ السُّعَاةِ وَ أَصْحَابِ الْمَسَالِحِ فَقَالَ يَا ابْنَ بُكَيْرٍ أَ مَا تُحِبُّ أَنْ يَرَاكَ اللَّهُ فِينَا خَائِفاً أَ مَا تَعْلَمُ أَنَّهُ مَنْ خَافَ لِخَوْفِنَا أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ وَ كَانَ مُحَدِّثُهُ الْحُسَيْنَ ع تَحْتَ الْعَرْشِ وَ آمَنَهُ اللَّهُ مِنْ أَفْزَاعِ الْقِيَامَةِ يَفْزَعُ النَّاسُ وَ لَا يَفْزَعُ فَإِنْ فَزِعَ وَقَّرَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَ سَكَّنَتْ قَلْبَهُ بِالْبِشَارَةِ﴾ [67] جناب ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں ارجان نامی شہر میں رہتا ہوں اور میرا دل آپ کے

[66] بحارالأنوار ج : 98 ص : 11 ، باب 1- أن زيارته واجبة مفترضة...

[67] بحارالأنوار ج : 98 ص : 11 ، باب 1- أن زيارته واجبة مفترضة...

بابا (امام حسین علیہ السلام) کی زیارت کرنے کے لئے بے تاب رہتا ہے، اور جب زیارت کے ارادہ سے باہر نکلتا ہوں تو جب تک واپس نہ آجاؤں دل میں بادشاہ اور اس کے جاسوسوں اور مسلح سپاہیوں سے (جو راستہ ہوتے ہیں) ایک خوف و اضطراب رہتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن بکیر! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ خداوند متعال تم کو ہماری وجہ سے ڈرنے والوں میں سے قرار دے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند متعال ان لوگوں پر کہ جو ہماری وجہ سے ڈرائے جاتے ہیں، اپنے عرش کا سایہ ڈالتا ہے، اور اسی عرش کے نیچے ان کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہم نشینی و ہم کلامی کا شرف بخشا ہے اور اس کو قیامت کی وحشتوں سے امان میں رکھتا ہے کہ جس دن سب لوگ وحشت اور اضطراب میں ہونگے، اور اگر وہ ڈرنے بھی لگے تو ملائکہ اس کو آرام و حوصلہ دیتے ہیں اور اس کے دل کو بشارت سے تسکین دیتے ہیں۔

3) ﴿عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام يَقُولُ عَجَباً لِأَقْوَامٍ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ شِيعَةٌ لَنَا يُقَالُ إِنَّ أَحَدَهُمْ يَمُرُّ بِهِ دَهْرَهُ لَا يَأْتِي قَبْرَ الْحُسَيْنِ عليه السلام جَفَاءً مِنْهُ وَتَهَاوُناً وَعَجْزاً وَكَسَلاً أَمَا وَاللَّهِ لَوْ يَعْلَمُ مَا فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ مَا تَهَاوَنَ وَلَا كَسِلَ﴾ [1] جناب سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے: مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو

---

[1] بحارالأنوار ج: 98 ص: 7 . باب 1- أن زيارته واجبة مفترضة...

خود کو ہمارا شیعہ سمجھتے ہیں اور ایک عمر گزر جانے کے باوجود امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے نہیں جاتے، ان کا یہ کام ہمارے ساتھ "جفا" ہے، ہمیں اہمیت نہ دینا اور سستی سے کام لینا ہے، خدا کی قسم اگر ان کو پتا ہوتا کہ اس زیارت میں کتنی فضیلت ہے تو وہ کبھی اس کو کم اہمیت نہ سمجھتے اور اس سے سستی نہ کرتے۔

4) جناب ابن خارجہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

﴿سَأَلْتُهُ عَمَّنْ تَرَكَ الزِّيَارَةَ زِيَارَةَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عليه السلام مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ فَقَالَ هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّارِ﴾[69] مولا اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو بلاوجہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت نہیں کرتا؟ تو امامؑ نے فرمایا: وہ شخص جہنمی ہے۔

5) **﴿قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عليه السلام لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ حَجَّ دَهْرَهُ ثُمَّ لَمْ يَزُرِ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عليه السلام لَكَانَ تَارِكاً حَقّاً مِنْ حُقُوقِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله لِأَنَّ حَقَّ الْحُسَيْنِ عليه السلام فَرِيضَةٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ﴾**[70] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر تم میں سے کوئی شخص تمام عمر حج انجام دے لیکن حسین بن علی

---

[69] وسائل الشيعة . حر عاملى : جلد 14 صفحه 432 حديث 19536 بَابُ كَرَاهَةِ تَرْكِ زِيَارَةِ الْحُسَيْنِ

[70] تهذيب الاحكام . شيخ طوسى : جلد 6 صفحه 42 بَابُ فَضْلِ زِيَارَتِهِ

کی زیارت نہ کرے ہو تو اس نے رسول خدا ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق کو ادا نہیں کیا کیونکہ حسین علیہ السلام کا حق خداوند متعال کی طرف سے ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر مسلمان پر واجب ہے۔

6) ﴿عَنِ الرِّضَا علیہ السلام قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ علیہ السلام بِشَطِّ فُرَاتٍ كَانَ كَمَنْ زَارَ اللّٰهَ فَوْقَ عَرْشِهِ﴾ [71] حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے فرات کے کنارے قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کی وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے خدا کی عرش پر زیارت کی ہو۔

دوسرا دستہ:

اس دستہ میں بھی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن میں عزاداری کے مختلف طریقے اور موارد بیان ہوئے ہیں جن کی تعداد ۵۰۰ سو سے زیادہ ہے اور تقریباً ۵۰ کے قریب عناوین امام مظلوم کی عزاداری میں وارد ہوئے ہیں جن میں اکثر ایسے عناوین ہیں جو إضرار بنفس اور ہلاکت میں پڑنے کے خطرے سے خالی نہیں ان میں سے کچھ عناوین کو ذکر کرتے ہیں:

لطم ، لدم ، قلق ، هلع ، جزع ، بكاء ، نوح ، ندبه ، صيحة ، صرخة ، حزن ، تفجع ، تألم ، آنکھوں کی پلکوں کا زخمی ہو جانا، گریبان کو چاک کرنا و . . .

---

[71] بحار الأنوار ج : 98 ص : 70 ، باب 10- جوامع ما ورد من الفضل في زيارته ع و نوادرها

1- لَطم = طمانچہ مارنا

2- لدم = سینے اور کاندھوں پر مارنا حتیٰ کہ خون جاری ہو جائے

3- قلق = تشویش کی وجہ سے مضطرب ہو جانا حتیٰ کہ اپنے کنٹرول سے خارج ہو جانا

4- هلع = رونا اور بے صبر ہو جانا

5- صيحة = چلانا

6- صرخة = بلند آواز میں چلانا اور رونا

7- جزع = کسی مصیبت میں بے تاب ہو کر کوئی ایسا کام اپنے ساتھ کر دینا جو ہوش کی صورت میں نہیں کر سکتے۔

یہ ان عناوین میں سے کچھ ہیں جو عزاداری امام حسین علیہ السلام کے لئے بیان ہوئے ہیں جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ عناوین جان و نفس کی حفاظت اور اس کے بچاؤ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے، اگر عزاداری امام مظلومؑ میں نفس و جان کو نقصان پہچانا حرام ہوتا تو ان روایات میں مظلومؑ کی عزداری میں بے تاب ہو کر اس حد تک پہنچ جانے کا حکم نہ ہوتا کہ جس میں انسان کا اپنے اوپر کنٹرول ختم ہو جائے۔

اب ان روایات میں سے کچھ کو نقل کرتے ہیں

1) «عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ؑ فِي حَدِيثٍ... ثُمَّ قَالَ كُلُّ الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوهٌ

مَا خَلَا الْجَزَعَ وَ الْبُكَاءَ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ﴾ [72] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہر بے تابی و بے قراری اور رونا مکروہ ہے سوائے شہادت حسین علیہ السلام پر بے تابی و گریہ کرنے کے۔

2) ﴿عَنْ مِسْمَعٍ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع فِي حَدِيثٍ أَمَا تَذْكُرُ مَا صُنِعَ بِهِ يَعْنِي بِالْحُسَيْنِ علیہ السلام قُلْتُ بَلَى قَالَ أَتَجْزَعُ قُلْتُ إِي وَ اللَّهِ وَ أَسْتَعْبِرُ بِذَلِكَ حَتَّى يَرَى أَهْلِي أَثَرَ ذَلِكَ عَلَيَّ فَأَمْتَنِعُ مِنَ الطَّعَامِ حَتَّى يَسْتَبِينَ ذَلِكَ فِي وَجْهِي فَقَالَ رَحِمَ اللَّهُ دَمْعَتَكَ أَمَا إِنَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُعَدُّونَ مِنْ أَهْلِ الْجَزَعِ لَنَا﴾ [73] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسمع بن عبد الملک سے پوچھتے ہیں کہ: اے مسمع! کیا تم امام حسین علیہ السلام کی مصیبتیں یاد کرتے ہو؟ مسمع نے کہا جی مولاؑ، امامؑ نے پوچھا کیا تم (ان مصیبتوں کی وجہ سے) بے تابی اور جزع و فزع کرتے ہو؟ تو مسمع نے کہا جی مولاؑ خدا کی قسم میں ان مصیبتوں کی وجہ سے اتنا روتا ہوں کہ میرے گھر والے اس رونے کا اثر میرے چہرے پر دیکھتے ہیں اور (اس جزع کی وجہ سے) میں نہ کچھ کھا سکتا ہوں نہ کچھ پی سکتا ہوں حتیٰ کہ بھوک کی وجہ سے میری صورت

---

[72] وسائل الشيعة . شيخ حر عاملي : ج : 14، ص : 505، حديث : 19699

[73] وسائل الشيعة . شيخ حر عاملي . ج : 14، ص : 508 ، حديث : 19705

تبدیل ہو جاتی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تمہارے رونے پر رحم فرمائے بیشک تم ہمارے اوپر "جزع" کرنے والوں میں سے ہو۔

3) ﴿عَن عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَر يَأْمُرُ مَنْ فِي دَارِهِ مِمَّنْ لَا يَتَّقِيهِ بِالْبُكَاءِ عَلَيْهِ وَ يُقِيمُ فِي دَارِهِ الْمُصِيبَةَ بِإِظْهَارِ الْجَزَعِ عَلَيْهِ﴾ [74] جناب علقمہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عاشورہ کے دن اپنے گھر میں موجود ان افراد کو جن سے وہ تقیہ نہیں کرتے تھے، حکم دیتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کریں اور مجلس کو بپا کریں اور امام حسین علیہ السلام پر "جزع" کا اظہار کریں۔

4) ﴿قَالَ الرِّضَا علیہ السلام ... إِنَّ يَوْمَ الْحُسَيْنِ أَقْرَحَ جُفُونَنَا وَ أَسْبَلَ دُمُوعَنَا﴾ [75] حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک حسینؑ کے دن (عاشورہ) نے ہماری پلکیں زخمی کر دی ہیں اور ہمارے آنسوں رواں کر دیئے ہیں۔

5) زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ: ﴿وَ أُقِيمَتْ لَكَ الْمَأْتَمُ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ وَ لَطَمَتْ عَلَيْكَ الْحُورُ الْعِينُ﴾ [76] آپؑ کے لئے اعلیٰ علیین میں مجلس اور ماتم بپا کیا گیا اور آپؑ (کی مصیبت) پر حوروں نے اپنے چہروں پر طمانچے مارے۔

یہ ان روایات کے بحر بیکراں سے کچھ قطرے تھے جو اس باب میں وارد ہوئے ہیں جن

---

[74] وسائل الشیعة ، شیخ حر عاملی ، ج : 11 ، ص : 509 حدیث : 19709

[75] بحارالأنوار ج : 44 ص : 284 ، باب 34- ثواب البكاء على مصيبته ...

[76] بحارالأنوار ج : 98 ص : 323

سب کا ایک ہی مطلب ہے اور وہ یہ ہے کہ شعائر حسینیؑ اور عزاداری کا معیار اور ملاک بہت سے احکام شرعی سے اہم تر ہے اور تزاحم کی صورت میں شعائر حسینیؑ بغیر کسی چون و چرا کے ان پر مقدم تھے اور رہیں گے۔

اور شعائر حسینیؑ کی اہمیت اس وجہ سے زیادہ اور اہم ہے کیونکہ یہ شعائر ولایت کے ساتھ مربوط ہیں جس کے لئے ﴿لَمْ يُنَادَ بِشَيْءٍ كَمَا نُودِيَ بِالْوَلَايَةِ﴾[77] کے الفاظ موجود ہیں اور اگر شعائر ختم ہو جائیں تو بشریت تا ابد ہلاک ہو جائے گی اور اس نجات کی کشتی کو چھوڑ کر کبھی نجات حاصل نہیں کر پائے گی اور اس چراغ ہدایت سے منسلک ہوئے بغیر کبھی ظلمات کے اندھیرے سے نہیں نکل سکتی اور کچھ افراد کو پہنچنے والا ظاہری ضرر، ان شعائر کی وجہ سے پوری بشریت کو حاصل ہونے والی معنوی حیات کے آڑے نہیں آسکتا اور اد سے مانع واقع نہیں ہو سکتا۔

۳۔ کونسا ضرر؟ ضرر کیا ہے؟

ضرر، ہلاکت، یا کسی چیز کا نقصان اس وقت کہا جاتا ہے جب انسان کسی بیہودہ مقصد کے لئے کوئی چیز گنوادے اور نتیجے میں اس کے مقابلے میں کوئی چیز نہ حاصل ہو یا اس سے کم اہمیت والی چیز حاصل ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس نے ضرر کیا ہے نقصان اٹھایا ہے اور اگر اس نے کوئی ضرر برداشت کیا ہو یا کوئی نقصان اٹھایا ہو مگر اس کے مقابلے میں کسی بہتر چیز

---

[77] الكافي ج : 2 ص : 18 . بَابُ دَعَائِمِ الْإِسْلَام

کو حاصل کیا ہو تو اس کو ضرر یا نقصان نہیں کہا جاتا، اسی طرح اپنے بدن کی حفاظت میں کوئی شخص اپنا ہاتھ کٹوا بیٹھے تو اس کو ضرر یا نقصان نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے ایک ضرر سے محافظت کہا جاتا ہے اس کی کافی مثالیں موجود ہیں بنا براین ہر چیز کو ہم ضرر نقصان یا ہلاکت نہیں کہہ سکتے بلکہ ضروری ہے کہ ان موارد میں دیکھا جائے کہ مقابلے میں کونسی چیز حاصل ہو رہی ہے وہ اس سے زیادہ قیمتی ہے یا اس سے کم۔

دنیوی ضرر اور اُخروی فائدہ:

جب بھی کسی دنیوی چیز (چاہے جان ہو یا مال یا کچھ اور) کے تلف ہونے کے مقابل میں کوئی اُخروی فائدہ حاصل ہو تو یہ ضرر و نقصان کا موضوع اور عنوان خود بخود منتفی ہو جاتا ہے۔ مرحوم نراقی نے اپنی کتاب "**عوائد الأیام**" میں اس مطلب کی طرح اشارہ کیا ہے[70] اور اپنی کتاب مستند الشیعہ میں اس مطلب کی کافی فروعات ذکر کی ہیں۔

اس وجہ سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا اگرچہ جان یا عضو کے جانے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو مگر ضرر اور نقصان نہیں کیونکہ ایک جان کے بدلے میں کئی فضیلتیں اور فائدے خود شہید اور اسلامی معاشرے کے حصے میں آتے ہیں، شہید کی جان بیہودہ نہیں جاتی کہ اس کو ہلاکت کہا جائے اسی طرح ہر دنیوی چیز کا حساب ہے کہ جس کے بدلے میں اُخروی عظمت حاصل ہوتی ہے۔

---

[70] عوائدالایام . محقق نراقی : صفحه 49

جب امام علی امیر المومنین ﷺ اسلامی حدود اور اسلامی زمین کے اندر ایک غیر مسلم یہودی عورت (کہ جو اسلام کی پناہ میں تھی) کے پیروں سے پازیب وکڑے ظلم سے اتارے جانے پر کسی مسلمان کا (تعداد مشخص نہیں بلکہ عموم ہے) اس مصیبت پر مر جانا حق و سزاوار سمجھتے ہیں[79] تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت میں جو کوئی غم واندوہ یا تأسف سے مر جائے تو اس کا مرنا بیہودہ یا بے مقصد نہیں، ہلاکت نہیں کیونکہ وہ ایک فضیلت کی راہ میں مر رہا ہے۔

اصل میں یہ ہلاکت کا عنوان دینا ان دنیا پرست، کم عقل اور کوتاہ بین لوگوں کا نظریہ ہے جن کی ابتداء وانتہاء اسی دنیا ومافیہا پر ہوتی ہے جو ہر خیر وشر کو اس دنیا میں سمجھتے ہیں اور آخرت کی فضیلت اور اس پر اصلاً کوئی اعتقاد ہی نہیں رکھتے؛ قرآن کریم نے ان کی حالت اس طرح بیان کی ہے: ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلاَّ حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلاَّ الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ﴾[80] ''اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کر دیتا ہے اور انکو اس کا کچھ علم نہیں محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں''۔

دیکھا جائے تو اگر ان لوگوں کو آخرت کے بارے میں یقین واعتقاد ہوتا تو ان کو اس دنیا

---

[79] نهج البلاغه خطبه 27

[80] الجا ثية أيت 24

میں ان سے لی جانے والی چیزوں کے بدلے میں جو قیامت میں ملے گا اس کا علم رکھتے ہوئے وہ کبھی اس سودے کو ضرر و نقصان والا نہ کہتے۔

البتہ کبھی کبھی ممکن ہے کہ شارع مقدس ایک حکم کو بجالانے کے بجائے اسے رخصتاً یا عزیمتاً (مستحب یا واجب) کو ایک ہلکے سے ضرر پر فدا کردے جیسے پہلے مثال عرض کی کہ بخار کی حالت میں اگر پانی کا استعمال انسان کے لئے ضرر کا باعث ہے تو وہ تیمم کرلے پانی کے استعمال کو چھوڑ دے وضو، غسل کو ترک کردے اور اس آنے والے ضرر (جو بخار میں پانی کے استعمال کی وجہ سے ممکن تھا آجائے) کا لحاظ کرے، ان موارد میں ایک چھوٹے سے ضرر کی وجہ سے حکم کا بدل جانا اس وجہ سے نہیں کہ وہ ضرر اہمیت کا حامل تھا اور اس شخص پر آنے والے ضرر کا معیار اس شرعی حکم (وضو اور غسل) سے زیادہ اہم تھا بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہ مکلّف (بیمار شخص) کہیں اس ضرر کو برداشت کرکے نماز وضو یا غسل سے تو پڑھ لے گا مگر پھر اس کے بعد (بنا یہ ہے کہ بخار میں پانی اس کے لئے ضرر و نقصان دہ ہے) اس ضرر کی وجہ سے وہ دوسرے کمالات کو حاصل نہیں کر پائے گا (مثلاً زیادہ بیمار ہو جانے کے بعد ہو سکتا ہے نماز کی بہترین ترتیب جیسے کھڑا ہو کے یا بیٹھ کے یا لیٹ کے نماز پڑھنے کی توفیق اس سے چھوٹ جائے گی اور دوسرے شرعی کام بھی) اور اس طرح کمالات کی راہ پر گامزن نہیں ہو پائے گا اسی مصلحت کی بنیاد پر شارع مقدس نے اس حکم شرعی و فرعی کو ان کمالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عارضی ضرر پر قربان کیا ہے۔

شعائر حسینیؑ کے دنیاوی اور معنوی منافع اور فوائد کی کثرت بھی ان کو انجام دینے کی

صورت میں ضرر و نقصان کے عنوان کو متحقق نہیں ہونے دیتی:

امام مظلوم حسین بن علی علیہ السلام کی عزاداری کو انجام دینا بہت ساری دنیوی و معنوی برکات کا سبب ہے جو خود اس شخص عزادار کے لئے اس کے معاشرے کے لئے اس کے اخلاق، عقائد، تربیت، خاندان و... میں اثر انداز ہوتی ہیں، اور ان برکات کے سامنے جسم کے کسی حصے پر تکلیف کو برداشت کرنا بالکل ضرر و نقصان شمار نہیں ہوتا اور یہ ضرر اور نقصان ان موارد (شعائر حسینیہ) میں تخصصاً اور موضوعاً منتفی ہے (جیسے پہلے عرض کر آئے کہ یہ موارد ضرر و نقصان کے بحث سے تخصصاً خارج ہیں یعنی ضرر کا قاعدہ ان موارد و شعائر کو شامل ہی نہیں کہ ہم استثنا کرکے کسی دلیل کی بنیاد پر ان شعائر کو خارج کریں) وہ چیز کیسے مضر اور نقصان دہ بن سکتی ہے کہ جس کی وجہ سے اسلام اور تمام آسمانی پیغامات کی بقا ہو جو دین کی تحریف و تبدیلی کے راستے میں آہنی دیوار ہو جس کے سبب دین میں گمراہی داخل نہیں ہو سکتی۔

وہ چیز کیسے مضر اور نقصان دہ ہو سکتی ہے کہ جو توحید سے قیامت (اصول دین) اور طہارت سے دیات (فروع دین)، اخلاق و آداب سب کی بقا کی ضامن ہو؟ اگر یہ شعائر نہ ہوں تو دین میں کچھ خرافات اور ظلمات کے علاوہ کوئی چیز نظر ہی نہ آئے جیسا کہ ہم دوسرے ادیان میں دیکھ رہے ہیں۔

وہ چیز کیسے مضر اور نقصان دہ ہو سکتی ہے کہ جس نے زمانے کے ہر طاغوت کو غرق کیا، ہر ظالم و جابر حکمران اس عزاداری میں بہنے والے آنسوؤں اور ہونے والے ماتم کے شور سے

خائف ہے، جو بڑے بڑے شہنشاہی اقتدار کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دے، اسی وجہ سے زمانہ قدیم سے آج تک سب ظلمانی طاقتیں ان شعائر، ان عزاداریوں، زیارات پر جانے کو ختم کر دینے کے درپے ہیں۔

وہ چیز کیسے مضر اور نقصان دہ ہو سکتی ہے کہ جس کی وجہ سے عزت اور عظمت کا سر بلند ہوتا ہے جو ظلم کے بوجھ تلے دب جانے سے منع کرتی ہے جو ظالم کے سامنے کلمہ حق کو بلند کرنے کا درس دیتی ہے جس کی وجہ سے ہر مستکبر اور ظالم کے چہرے سے نقاب الٹ جاتی ہے؟

ان شعائر کے معنوی فوائد و برکات تو ان گنت اور لامتناہی ہیں مگر اس کے دنیوی فوائد و برکات بھی بے شمار ہیں جن میں سے عزت نفس، حق پرستی، ذلت سے دوری، ظلم کے سامنے سر بلند رہنا وغیرہ ہیں، اگر ہم ان شعائر کے معنوی فوائد و برکات کو قبول نہ بھی کریں تو اس کے دنیوی فوائد و برکات کی وجہ سے بھی " ضرر " کا عنوان یہاں بھی موضوعاً اور تخصصاً خارج ہے۔

شعائر حسینی فداکاری کا درس دیتے ہیں نہ کہ خود غرضی اور خود کو باقی رکھنے کا:

شعائر حسینی کی بنیاد ہی ایثار و فداکاری جیسے پاکیزہ جذبات پر ہے نہ کہ خود خواہی و خود غرضی اور اپنی ہی جان کی حفاظت کرنے پر، ان شعائر کی اساس جہاد اور جانفشانی و جانبازی پر ہے نہ کہ خود پرستی اور انا پرستی اور تن پرستی پر۔

اصولاً امام حسین علیہ السلام نام ہی فداکاری کا ہے، اپنی جان سے گزر جانے کا ہے، ہدف اور مقصد کے سامنے اپنی ذات کی فکر نہ کرنے کا ہے، سخت ترین حالات میں موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھنے کا ہے، اس معبود حقیقی کے سامنے اپنی ذات اور اپنی ہستی کو بھلا دینے کا ہے۔

اور کربلا نام ہے اس حوصلے اور فداکاری کا ان جذبات اور احساسات کا کہ جن میں سرمست ہو کر انسان اپنے جسم اور آنکھوں پر تیروں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرکے مقتل کی زمین کو صاف رکھتا ہے تاکہ "حجۃ اللہ" کے راستے میں کوئی کانٹا نہ آئے، کربلا نام ہے امام وقت کے جسم نازنین کو بچاتے ہوئے خود ٹکڑوں میں بٹ جانے کا، کربلا نام ہے ایک ایسی ماں کا جو اپنے جواں تازہ سال دولہا بیٹے کے سر کو دشمن کی طرف اچھال کر یہ کہتی نظر آتی ہے کہ جس چیز کو ہم فرزندِ زہرا علیہا السلام حسین علیہ السلام پر صدقہ کر دیں تو اس کو واپس نہیں لیتے، کربلا نام ہے ایسی قوت کا کہ جس کے کئی روپ ہیں نوجوانی بھی ہے جوانی بھی ہے کم سنی بھی ہے، بڑھاپا بھی ہے مگر سب کے سب یہی سوچ رہے ہیں کہ ہمارے جسم کے ٹکڑے ہو جائیں اور وہ کربلا کی زمین پر بکھیر دئے جائیں تاکہ جانے کے بعد بھی امام وقت فرزند زہرا کے راستے میں آنے والے کانٹوں کو صاف کرتے جائیں، یہ ہے کربلا کا پیغام یہ ہے فداکاری کا جذبہ یہ ہے فکرِ عاشورائی، نہ کہ انسان فقط اس سوچ میں رہے میرے جسم پر کوئی آنچ نہ آئے میں صحیح و سالم رہوں کوئی کانٹا میرے پیروں میں نہ چلا جائے کہ میرا قیمتی خون بہنے لگے، یہی وجہ ہے کہ حضرت آیۃ اللہ میرزای قمی نے

شعائر حسینیؑ کو باب جہاد میں درج کیا ہے۔ "[1]

امام وقت کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے عاشورا کو یاد کر کے اگر کوئی خود کو اس راہ میں آمادہ کر رہا ہے، اپنی جان پر مرزخم لگا کر، ہر زحمت دے کر ایک فداکار سپاہی بنا رہا ہے تو کیا یہ ضرر شمار ہوگا۔؟

سب جانتے ہیں انسان کو سب سے عزیز چیز اس کی اپنی جان ہے وہ مال وغیرہ سب چیزیں تو اپنے محبوب پر فدا کر سکتا ہے مگر جب جان کی بازی کی بات آتی ہے تو بہت سے قدم پیچھے ہٹ جاتے ہیں اگر ان میں سے کچھ آکر خود کو فدائی کے عنوان سے پیش کرتے ہیں ایسی زحمتیں خود کو دیتے ہیں جو ایک دوسرا انسان نہیں دے سکتا تو کیا وہ غلط ہے۔؟

حقیقت میں یہ اس امام منتظرؑ کے ظہور کیلئے تیاریاں ہیں جس کو بہت سے فداکار اور اپنی جان سے زیادہ مقصد اور امامؑ سے محبت کرنے والوں کی ضرورت ہے، بس ضرورت اس چیز کی ہے کہ ان شعائر کو زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی شرعی ذمہ داریوں، اپنے اخلاق ،اپنے کردار کو بھی اسی طرح خالص بنایا جائے ایسا نہ ہو کہ ہم بے مقصد عزاداری کرتے رہیں اور اصل مقصد سے دور ہوتے جائیں بیشک ہمارا اصلی مقصد غم حسینؑ کے ساتھ امام وقتؑ کے ظہور کے لئے خود کو آمادہ کرنا ہے تاکہ امام حسینؑ کے اصحابؑ کی طرح اپنے امام کے جسم پر ہلکا سا زخم آنے سے پہلے خود کو ان کے قدموں میں فدا و نثار کر دیں، اس نظریہ کے ساتھ یہ چیز بھی مد نظر رہے کہ ان زحمتوں کے

---

[1] جامع الشتات : میرزای قمی جلد ۱ صفحہ 123

باوجود کہیں ہمارا کردار، ہمارا اخلاق، ہماری دین داری میں کمزوری امام وقت عج کو تکلیف تو نہیں دے رہی کیا ہم فقط ان کے ظہور کے لئے خود کو بدن پر زخم دینے کے علاوہ کہیں اپنے اعمال و کردار اور دین سے دوری کے ذریعے خود بدن نازنین و قلب نازنین امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ پر زخم تو نہیں لگا رہے۔

خدارا!! حسین علیہ السلام کے مقصد کو ذہن میں رکھ کر عزاداری کو مزید باخلوص بنائیں اور امام وقت عج کے قافلے میں شامل ہونے کے اہل بن جائیں۔

آمین یا رب العالمین والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۴، ۳۱ مئی، ۲۰۱۳

منابع وماخذ :

* قرآن کریم

شیعه حدیثی منابع :

1۔ الکافی ، ثقة الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی ؒ (المتوفی 329 قمری) طبع چهارم 1365 هجری شمسی . ناشر دار الکتب الاسلامیه تهران – ایران

2 ۔ مناقب آل ابی طالب ، محمد بن شهر آشوب المازندرانی ؒ (المتوفی 588 هجری قمری) طبع اول 1379 هجری قمری ناشر موسسه انتشارات علامه قم۔ایران

3 ۔ الأمالی للشیخ صدوق ؒ ، محمد بن علی بن بابویه القمی (المتوفی 381 قمری) طبع چهارم 1362 هجری شمسی اصطلاحات کے ساتھ ناشر کتابخانه اسلامیه تهران-ایران

4 ۔ بحار الانوار ، علامه محمد باقر المجلسی ؒ (المتوفی 1111 قمری) طبع 1404 هجری قمری ناشر موسسة الوفاء بیروت - لبنان

5 ۔ تهذیب الاحکام ، شیخ الطائفة محمد بن حسن الطوسی ؒ (المتوفی 460 قمری) طبع 1365 هجری شمسی ناشر دار الکتب الاسلامیة تهران - ایران

6۔ عیون اخبار الرضا علیه السلام ، (شیخ صدوق ؒ) محمد بن علی

بن بابویه القمی ؒ (المتوفیٰ 381 قمری) چاپ انتشارات جهان ایران

7 ـ غرر الحکم و درر الکلم ، عبد الواحد بن محمد التمیمی آمُدی ؒ (المتوفیٰ 550 قمری) طبع اول 1366 هجری شمسی ناشر انتشارات دفتر تبلیغات حوزه علمیه قم - ایران

8 ـ کامل الزیارات ، شیخ ابوالقاسم ابن قولویه القمی ؒ (المتوفیٰ 367 هجری قمری) طبع 1356 ہجری قمری ناشر مرتضویه نجف - عراق

9 ـ مصباح المتهجد ، شیخ الطائفة محمد بن حسن الطوسی ؒ (المتوفیٰ 460 قمری) طبع اول 1411 هجری قمری ، ناشر موسسة فقه الشیعة بیروت - لبنان

10 ـ نهج البلاغة ، سید رضی (المتوفیٰ 406 قمری) ناشر دار الهجرة قم - ایران

11 ـ وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة ، محمد بن حسن الحرّ العاملی ؒ (المتوفیٰ 1104 قمری) طبع اول 1409 هجری قمری ، ناشر موسسة آل البیت لاحیاء التراث قم - ایران

شیعه فقہی منابع :

12 ـ المبسوط ، شیخ الطائفة محمد بن حسن طوسی ؒ (المتوفیٰ 460 قمری) ناشر المکتبة المرتضویة نجف - عراق

13 ـ تذکرة الفقهاء ، حسن بن یوسف بن مطهر الحلی ؒ (المتوفیٰ 726 قمری) ناشر موسسة آل البیت لاحیاء التراث- قم ایران

14 ـ جامع الشتات ، مرزا ابو القاسم بن محمد حسن القمی ؒ . متوفیٰ 12311 قمری ، ناشر موسسة کیهان – قم - ایران

15 ـ جامع المقاصد فی شرح القواعد ، علی بن حسین کرکی ؒ محقق ثانی ، متوفیٰ 910 قمری ، ناشر موسسه آل البیت لاحیاء التراث – بیروت - لبنان

16 ـ جواهر الکلام فی شرح شرایع الاسلام ، محمد حسن النجفی ؒ ، متوفیٰ 1266 قمری ، ناشر دار الکتب الاسلامیة تهران - ایران

17 ـ ذکریٰ الشیعة فی احکام الشریعة ، محمد بن جمال الدین مکی العاملی ؒ (شهید اول) شہادت 786 قمری ، ناشر موسسة آل البیت لاحیاء التراث بیروت - لبنان

18 ـ ریاض المسائل ، سید علی طباطبائی ؒ ، متوفیٰ 1231 قمری ، ناشر موسسة النشر الاسلامی التابع لمکتب الأعلام الاسلامی قم-ایران

19 ـ عوائد الأیام، احمد بن محمد مهدی النراقی ؒ ، متوفیٰ 1245 قمری ، ناشر مرکز النشر التابع لمکتب الأعلام الاسلامی قم - ایران

20 ـ کشف اللثام عن قواعد الأحکام ، بهاء الدین محمد بن حسن الاصفهانی الفاضل الهندی ؒ ، متوفیٰ 1137 قمری ، ناشر مرکز النشر التابع لمکتب الأعلام الاسلامی قم - ایران

21 - مجمع الفائدة و البرهان فی شرح ارشاد الاذهان ، احمد مقدس اردبیلی ؒ ، متوفیٰ 993 قمری ، ناشر موسسة النشر الاسلامی وابست به

جامعه مدرسین حوزه علمیه قم - ایران

22 ـ مسالک الافهام الی تنقیح شرائع الاسلام ، زین الدین بن علی العاملی ؒ (شہید ثانی) ، شہادت 965 قمری ، ناشر موسسة المعارف الاسلامیة طہران - ایران

23 ـ مستند الشیعة فی احکام الشریعة ، احمد بن محمد مہدی النراقی ؒ ، متوفی 1215 قمری ، ناشر موسسة آل البیت لاحیاء التراث بیروت - لبنان

سنی حدیثی منابع :

24 ـ الدر المنثور ، جلال الدین سیوطی ، ناشر دار الفکر لبنان

25 ـ سنن ابی داؤد ، سلیمان بن اشعث سجستانی ، متوفی 275 ، ناشر دار الفکر بیروت - لبنان

26 ـ سنن ترمذی ، محمد بن عیسیٰ بن سورة ، متوفی 279 ، ناشر دار الفکر بیروت - لبنان

27 ـ سنن کبریٰ ، ابوبکر البیہقی ، متوفی 458 ، ناشر دار الفکر بیروت - لبنان

28 ـ صحیح البخاری ، محمد بن اسماعیل البخاری، ناشر دار الطباعة العامرة استنبول ـ ترکیه

29 ـ صحیح مسلم ، مسلم بن حجاج ، ناشر دار الفکر بیروت - لبنان

30 ـ کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال ، علی المتقی بن حسام الدین

الهندی ، متوفیٰ 975 ، ناشر موسسة الرسالة بیروت - لبنان

31 ۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، علی بن ابی بکر الهیثمی ۔ متوفیٰ 807 ، ناشر دار الکتب العلمیة بیروت ۔لبنان

32 ۔ ینابیع المودة لذوی القربیٰ ۔ سلیمان بن ابراهیم قندوزی الحنفی ، متوفیٰ 1294 قمری ۔ ناشر دار الاسوة للطباعة و النشر بیروت - لبنان

لغوی منابع :

33 ۔ العین ۔ خلیل بن احمد فراهیدی ۔

34 ۔ القاموس المحیط ، فیروزآبادی

35 ۔ صحاح اللغة ، جوهری

36 ۔ مقاییس اللغة ، ابن فارس

متفرقه منابع :

37 ۔ حماسه حسینی ، شهید مرتضیٰ مطهری ، ناشر انتشارات صدرا سال چاپ 1368 ۔قم ایران

38 ۔ فرهنگ نامه مرثیه سرائی و عزاداری سید الشهداء ، محمد محمدی ری شهری ۔ ناشر مشعر ۔

39 ۔ کتاب مقدس جس میں عهد عتیق اور عهد جدید دونوں موجود ہیں ۔